ہفت روزہ
ختمِ نبوّت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۳ | یکم تا ۷ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ / اپریل ۲۰۰۴ء | شمارہ: ۴۸

دین کے اجزاء

معاشرتی زندگی میں خوفِ خدا کی کمی

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

اکرامِ مسلم

مرزا قادیانی کے مختلف دعوے

معجزہ ردِ شمس کی حقیقت:

س:..... معجزہ ردِ شمس کی حقیقت سے آگاہ کیجئے؟ نیز واضح فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھی یا نماز پڑھنے سے پہلے سو گئے؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے رہے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی؟ اور پھر نبی جب سوتا ہے تو اس کا دل غافل نہیں ہوتا' نبی کا دل جاگ رہا ہوتا ہے' بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی سو جائے' اس کی اپنی نماز قضا ہو جائے یا اس کے رفیق کی؟

ج:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ردِ شمس کی حدیث امام طحاوی نے مشکل الآثار (صفحہ نمبر ۹ جلد ۲) میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ بہت سے حفاظ حدیث نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ امام طحاوی نے اس کے رجال کی توثیق کرنے کے بعد حافظ احمد بن صالح مصری کا یہ قول نقل کیا ہے:

"جو شخص علم حدیث کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہو اسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یاد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ جلیل القدر معجزات نبوت میں سے ہے۔"

حافظ سیوطی "اللآلی المصنوعہ" میں لکھتے ہیں:

"اور منجملہ ان امور کے جو اس واقعہ کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں حضرت امام شافعی اور دیگر حضرات کا یہ ارشاد ہے کہ کسی نبی کو جو معجزہ بھی دیا گیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نظیر عطا کی گئی یا اس سے بھی بڑھ کر اور صحیح احادیث میں آچکا ہے کہ سورج حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے روکا گیا تھا' جب کہ انہوں نے جبارین سے جہاد کیا۔ پس ضروری تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس کی نظیر واقع ہوتی۔ چنانچہ یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ کی نظیر ہے۔"

امام ابن جوزی نے اس قصہ کو موضوعات میں شمار کیا ہے' اور حافظ ابن تیمیہ نے بھی "منہاج السنۃ" میں بڑی شد و مد سے اس کا انکار کیا ہے' حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

"ردِ شمس کا یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ سے بلیغ تر ہے' ابن جوزی نے اس واقعہ کو موضوعات میں درج کر کے غلطی کی ہے۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں جو روافض پر لکھی گئی اس کو موضوع قرار دے کر غلطی کی ہے۔"

(فتح الباری ص:۲۲۲ ج۶)

حافظ سید مرتضیٰ زبیدی "شرح احیاء" میں لکھتے ہیں:

"اس واقعہ کو موضوعات میں شمار کرنا ابن جوزی کی زیادتی ہے۔ حافظ سخاوی اور حافظ سیوطی نے ان پر رد کیا ہے' اور ابن جوزی جس طرح صحیح احادیث کو موضوعات میں ذکر کر جاتے ہیں وہ ائمہ کو معلوم ہے' ان کی اس روش پر ان کے معاصرین نے بھی اور بعد کے حضرات نے بھی ان کی عیب چینی کی ہے' جیسا کہ حافظ عراقی نے اپنی کتاب "نکت ابن صلاح" کے اوائل میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو بہت سے حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ اس کے طرق کا متعدد ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے' اس لئے ابن جوزی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔"

(اتحاف شرح احیاء ص۱۹۲ ج۷)

بہرکیف یہ واقعہ صحیح ہے اور اس کا شمار معجزات نبوی میں ہوتا ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ پڑھی ہو؟ اس کا جواب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا' جب وہ اس کام سے واپس آئے تو نماز ہو چکی تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ یہ نماز پڑھ چکے ہوں گے۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ نبی سوتا ہے تو اس کا دل جاگتا ہے' پھر نماز کیسے قضا ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اوقات کا مشاہدہ کرنا دل کا کام نہیں بلکہ آنکھوں کا کام ہے اور نیند کی حالت میں نبی کی آنکھ سوتی ہے' دل جاگتا ہے' یہی وجہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کی نماز فجر قضا ہوئی۔ واللہ اعلم۔

ختمِ نبوۃ

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۲۳ شمارہ:۴۸ یکم تا ۷ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ اپریل ۲۰۰۴ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

سرپرست اعلیٰ
خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

مدیر اعلیٰ
محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبد الناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
دین کے اجزاء (مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی)	6
سلطان صلاح الدین ایوبی (مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)	9
معاشرتی زندگی میں خوف خدا کی کمی (مولانا محمد رابع حسنی)	13
نبوت کا تصور (مولانا محمد خالد)	15
اکرام مسلم (مولانا عبد اللہ طارق)	18
حضرت مجدد الف ثانیؒ اور طائفہ دیوبند (قاضی محمد اسرائیل گڑنگی)	23
مرزا قادیانی کے مختلف دعوے (حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)	25

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ ۷ روپے، ششماہی ۱۷۵ روپے، سالانہ ۳۵۰ روپے
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 363-8 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یورپ میں علمائے کرام کا پیغام امن (۲)

علمائے کرام نے یورپ میں مختلف اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم کی سو سے زیادہ آیات اور دو سو سے زیادہ احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ ختم نبوت کا منکر پوری امت کے نزدیک کافر ہے خواہ وہ کتنی ہی نمازیں پڑھتا ہو اور کتنے ہی اعمال بجالاتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ خاتم الانبیأ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس امت میں تیس کے لگ بھگ نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوں گے۔ مرزا قادیانی ان تیس میں سے ایک ہے جس کے فتنے نے امت کو قلق اور اضطراب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ نزول مسیح کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ اس دنیا میں تشریف آوری کا عقیدہ اختلافی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک تمام امت کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کی سو سے زیادہ احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اور صحابہؓ و تابعینؒ سے لے کر آج تک یہ عقیدہ متواتر چلا آتا ہے۔ جو لوگ اس عقیدہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں ان کا رشتہ ایمان سے کٹ چکا ہے اور وہ زیغ و ضلال کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلی صدی سے لے کر آج ہم تک ہر زمانے کے مسلمان یہی عقیدہ رکھتے آرہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس "لا نبی بعدی" بالکل برحق ہے اور اس حدیث کا مطلب آج تک تمام امت نے یہی سمجھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حصول نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دجال و کذاب شمار ہوگا' جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پونے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ "لا نبی بعدی" کا ارشاد آپؐ کے بعد حصول نبوت کی نفی کرتا ہے' جن انبیأ کرام علیہم السلام کو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی ہے یہ ارشاد نبویؐ ان انبیائے کرام علیہم السلام کی دوبارہ آمد کی نفی نہیں کرتا ہے' اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے عنوان سے یوں فرمایا کہ "لا نبوۃ بعدی" کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کی تشریف آوری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ہمارے دین کی تکمیل کے لئے نہیں ہوگا کیونکہ دین بلاشبہ چودہ سو سال سے کامل و مکمل چلا آرہا ہے' بلکہ ان حضرات کی آمد دین کو نافذ کرنے کے لئے ہوگی۔ انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ قادیانی انصاف و دیانت سے کام لیتے ہوئے عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور امت کے اس اجماعی اور قطعی عقیدہ سے انحراف کرکے ملحدین کی صف میں شامل نہیں رہیں گے۔

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ بالخصوص مغربی میڈیا پر تنقید کرتے ہوئے علمائے کرام نے کہا کہ مغربی میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ رویہ اپنایا ہوا ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اسلام کا مذاق اڑا کر خود انسانی حقوق کی کھلم کھلا توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ میڈیا کے ذریعہ اسلام کی توہین دنیا میں امن و امان کی صورتحال کو غیر یقینی بنانے اور دہشت گردی کی حوصلہ افزائی کی ایک کوشش ہے۔ یہ صورتحال مسلمانوں کو ذہنی اذیت پہنچانے کا ایک اوچھا ہتھکنڈا ہے۔ شرانگیز پروپیگنڈے کے ذریعہ مسلمانوں کو دہشت گرد کہا جارہا ہے جبکہ جب تک الزام ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک کسی فرد یا قوم کو مجرم یا دہشت گرد قرار دینا دنیا کے کسی قانون کے تحت روا نہیں۔ دیگر مذاہب کے افراد کی جانب سے کی جانے والی ایسی کوششوں پر انہیں دہشت گرد نہ کہنا مغربی میڈیا کی کھلی ناانصافی اور تعصب کی بدترین مثال ہے۔ متعدد امریکی و یورپی اخبارات و جرائد اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کررہے ہیں۔ اخبارات و جرائد' انٹرنیٹ اور مختلف ٹی وی چینل اسلام' مسلمانوں اور دینی مدارس کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا سلسلہ ترک کرکے اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان جاری جنگ کے خاتمے کے لئے کوششیں کریں۔

انہوں نے دینی مدارس کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ دینی مدارس امن پسندی کی تربیت گاہیں ہیں۔ دینی مدارس کے خلاف بے سروپا پروپیگنڈا امریکا اور یورپ میں اسلام کی ترویج و اشاعت کو روکنے کی ناکام کوشش ہے۔ دینی مدارس اسلامی اقدار کے فروغ اور تعلیم کو عام کرنے کے حوالے سے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دینی مدارس کے خلاف مغربی میڈیا نے معاندانہ رویہ اپنایا ہوا ہے جو سراسر بے جا اور بے بنیاد ہے۔ دینی مدارس کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ان مدارس کے فضلاء نے ہمیشہ جارحیت کی نفی کی ہے اور پرامن ماحول میں دینی علوم کی تدریس کو یقینی بنایا ہے۔ دینی مدارس کو دہشت گردی کی تربیت گاہیں قرار دینا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ آج تک دینی مدارس کے کسی فارغ التحصیل عالم کو دہشت گرد ثابت نہیں کیا جاسکا ہے اور نہ ہی پکڑے جانے والے کسی دہشت گرد کا دینی مدارس سے کوئی تعلق ثابت کیا جاسکا ہے۔ علمائے کرام معاشرے میں امن و آشتی کی تعلیمات کے فروغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے علمائے

کرام پر زور دیا کہ وہ اسلام کے حوالے سے پائے جانے والے شبہات اور خدشات کو دور کرنے کیلئے مثبت کردار ادا کریں۔

دنیا میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوششوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے علمائے کرام نے کہا کہ یورپ مسلمانوں کو کرہ ارض سے مٹانے کی کوششوں میں فریق نہ بنے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں پر روا رکھے گئے مظالم کا سلسلہ فی الفور ختم کیا جائے۔ مسلم چیریٹی تنظیموں پر مختلف پابندیاں عائد کرنے کا اصل مقصد اسلام دشمن این جی اوز کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ اسلامی نظام کو نافذ کئے بغیر اسلامی ممالک اپنی داخلی مشکلات پر قابو نہیں پا سکتے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کو مذہبی تعصب کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے مسلم ممالک اپنی مشترکہ خارجہ پالیسی تشکیل دیں۔ علمائے کرام کسی ملک کے خلاف نہیں بلکہ مختلف ممالک کی اسلام دشمن پالیسیوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ جب دنیا بھر کے انسان اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں تو محض مسلمانوں ہی کو ان کے مذہب کے حوالے سے تضحیک کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے اور انہیں مذہب پر عمل کرنے سے کیوں روکا جاتا ہے؟ مسلمان عدم تشدد کی پالیسی پر کاربند رہ کر اسلام کے خلاف تمام سازشوں کو ناکام بنا دیں۔ مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے اور غیر مسلموں کے اسلام تک پہنچنے کی راہ مسدود کرنے کی غرض سے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت معاشرے میں علمائے کرام کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم شروع کی گئی ہے۔ ان کوششوں کا مقصد دنیا سے اسلام کا نام ونشان مٹانا ہے۔ اس قسم کی کوششیں ماضی میں بھی ہوتی رہی ہیں لیکن ہمیشہ ناکامی پر منتج ہوئی ہیں۔ مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمان اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرکے خود کو معاشرے کا امن پسند شہری ثابت کریں۔ دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں کو جس طرح کچلا جارہا ہے اور ان کا قتل عام کیا جارہا ہے وہ لازمی طور پر عالمی قوتوں کے خلاف نفرت وعداوت کو جنم دے گا۔ مسلمانوں کو بلاوجہ زیر حراست رکھنے اور دہشت گردی کے بے بنیاد الزامات ان پر عائد کرنے سے عالمی معاشرے میں انارکی پھیلے گی۔

مسلم ممالک کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کے باہمی اتحاد کیلئے اسلامی قوتیں آگے آئیں۔ علمائے کرام مسلم سربراہان مملکت سے ملاقاتیں کرکے اس ضمن میں پیش رفت پر آمادہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو وہ تمام آئینی حقوق حاصل ہیں جو مسلم اقلیت کو دنیا کے دیگر ممالک میں حاصل نہیں ہیں۔ پاکستان میں رائج اسلامی قوانین امن وامان کے قیام کیلئے ضروری ہیں۔

علمائے کرام نے کہا کہ انسانیت کو ترقی کی منزل تک پہنچانا صرف اللہ کے نبیوں کا کام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاءؑ کی تشریف کے بعد قیامت کی صبح تک آپؐ ہی کا دور ہے اب صرف آپ کی رہنمائی میں ہی انسان ترقی کرسکتا ہے۔ تمام انسانوں اور جنوں پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے۔ انسان کا بنایا ہوا قانون کسی انسان کو نیک نہیں بنا سکتا' جبکہ دین اسلام ایک مکمل دین ہے جو انسان کو صحیح انسان بنا سکتا ہے جس سے پوری دنیا کا معاشرہ سدھر سکتا ہے۔ انسانی قانون کسی حد تک ظاہری ذمہ داریاں پوری کرتا ہے جبکہ دین ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔ اسلام دین کامل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت بھی کامل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت جھوٹا اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ انہوں نے پوری دنیا کے انسانوں کو دعوت دی کہ وہ صحیح انسان بننے کے لئے دین اسلام اختیار کریں اور اپنی دنیا اور آخرت سنواریں۔ تمام مسلمانوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی سو فیصد پیروی کرنی ضروری ہے۔ کافروں کے لئے صرف دنیا ہی دنیا ہے' وہ اس دنیا میں عزت کرائیں' ترقی کریں' جو چاہیں بنیں مگر مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ سے واضح ہے کہ ان کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے۔ مسلمان جب تک سو فیصد اتباع نبوی کرتے رہے' اس وقت تک انہوں نے عزت بھی پائی اور غلبہ بھی حاصل کیا' لیکن جب سے وہ اتباع نبویؐ میں کمزور پڑ گئے' اس وقت سے وہ ذلیل ہو گئے۔ آج بھی مسلمانوں کو اس چیز کی ضرورت ہے کہ وہ اتباع نبوی کا سو فیصد اہتمام کریں اور دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔ (ختم شد)

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایاجات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر' چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ پنجاب کے بعض علاقوں سے یہ شکایات موصول ہورہی ہیں کہ پوسٹ مین اضافی چارج وصول کرتے ہیں جبکہ ہفت روزہ ختم نبوت رجسٹرڈ رسالہ ہے جسے پاکستان پوسٹ آفس کی جانب سے ڈاک کے رعایتی نرخ یعنی ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ کی سہولت حاصل ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ رسالہ پر ایک روپے کا ڈاک ٹکٹ لگے ہونے کی صورت میں کسی قسم کا اضافی چارج ڈاکیہ کو ہرگز نہ دیا جائے۔

نوٹ : خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

دین کے اجزاء

مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی

ہمارا دین اسلام ہر طرح کامل ہو چکا ہے اور اس کے تمام شعبوں کی تکمیل ہو چکی ہے۔ عقائد‘ عبادات‘ معاشرت‘ معاملات اور اخلاق‘ دین کے یہ پانچ اہم جزو ہیں اور شریعت میں جس طرح عقائد و عبادات کی اہمیت ہے‘ اسی طرح معاملات کی صفائی کا بھی بہت اہتمام ہے اور قرآن و حدیث سے اس کی بہت ہی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی نے تھوڑی مال دوسرے کا ناجائز طریقے سے لے لیا یا غصب کرلیا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سات سو نمازیں چھین کر صاحب حق کو دلوادیں گے۔ صفائی معاملات بڑی زبردست چیز ہے۔ چاہئے کہ ہمارے آپس کے معاملات شریعت کے مطابق ہوں‘ نہ ہم کسی کا حق ماریں‘ نہ کسی کا مال بغیر اجازت کے صرف کریں اور اس کا اہتمام اسی وقت پیدا ہوگا جب کہ اللہ کا خوف دل میں ہو‘ اصل چیز خوف ہی ہے‘ جب اللہ کا خوف دل میں ہوتا ہے جب ہی معاملات کی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور معاشرت و اخلاق بھی درست کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل میں آجاتی ہے تو آدمی کے لئے جان و مال سب کچھ قربان کردینا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سب کچھ قربان کردیا۔ ہم ان کے حالات پر غور کریں تو معلوم ہو کہ وہ کیسے تھے اور ان کا کیا مقام تھا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کو دیکھنا ہو تو صحابہ کرامؓ کی زندگی کو دیکھ لیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ قربان کردیا اور واقعی محبت کا اصلی نمونہ پیش کردیا‘ محبوب تو محبت کی مرضی پر مرمٹنے کا نام ہے اور اس کا اصلی رنگ صحابہ کرام ہی نے پیش فرمایا‘ مسلمان کی اصلی شان کیا ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش نظر کیجئے‘ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے‘ جو مالک ہے سارے جہاں کا‘ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔“

مسلمان وہی ہے جو اللہ ہی کے لئے جئے اور اللہ ہی کے لئے مرے‘ من مانی زندگی کو چھوڑ دے‘ اللہ کا خوف پیدا کرے‘ اللہ کا ذکر کرے‘ اللہ کی محبت قلب میں پیدا کرے اور جانتے ہیں یہ سب چیزیں کہاں سے حاصل ہوں اور یہ دولت کہاں ملے گی؟ اللہ والوں کے پاس جانے سے اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے یہ سب کچھ حاصل ہوگا۔ بزرگان دین کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے‘ اہل اللہ کی صحبت سے انسان کا دل منور جاتا ہے‘ قلب کی دنیا بدل جاتی ہے‘ اسی بنا پر بڑے بڑے اکابر علماء بزرگان دین کے پاس جاتے تھے اور اپنے قلوب کا علاج کراتے تھے اور شفا پاجاتے تھے اور ان کے قلوب پاک و صاف ہوجاتے تھے‘ وہ اللہ والے ہوجاتے تھے‘ اللہ کے دوست بن جاتے تھے‘ اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں جو امراض ہیں اس کی ہم فکر کریں اور اللہ والوں کے پاس جاکر اس کا علاج کرائیں اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے اولیاء کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

”یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں‘ وہ‘ وہ ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز رکھتے ہیں‘ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے‘ اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا‘ یہ بڑی کامیابی ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے اولیاء وہ لوگ ہیں جن کا ایمان کامل ہے‘ اللہ سے ڈرتے ہیں‘ ان کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہے‘ وہ متقی اور پرہیزگار ہیں‘ کبائر سے بالکل اجتناب کرتے ہیں‘ صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں‘ اگر بشریت سے خطا ہوجاتی ہے تو سچی توبہ کرتے ہیں‘ دل سے نادم ہوتے ہیں‘ اللہ سے معافی مانگتے ہیں‘ روتے گڑگڑاتے ہیں‘ توبہ کر

حقیقت کیا ہے؟ اس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں' حالانکہ توبہ کی منزل بڑی سخت منزل ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے توبہ کی گھاٹی کو بہت سخت پایا۔ سچی توبہ بہت مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر اس کے بعد اپنی زندگی کو تبدیل کر دے' عمل صالح اختیار کرے' اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے اور اپنی نظر کو' اپنی پسند کو' اپنی رائے کو چھوڑ دے' اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کا خوف اپنے دل کے اندر پیدا کرے' تھوڑا وقت نکال کر کبھی کبھی کسی اللہ والے کی مجلس میں جائے' ان کی صحبت میں بیٹھے پھر خود ہی دیکھ لے گا کہ اس کے دل کی دنیا بدلتی ہے یا نہیں؟ آج ہمارے دل میں آخرت کا یقین باقی نہیں' خدا کے سامنے پیشی کا استحضار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر ہر شخص یہ دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے۔"

یہ صرف زبان سے کہنے سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ کیفیت اور حال طاری ہو جائے کہ اللہ کے سامنے جانا اور اس زندگی کا جواب دینا ہے' ہم کچھ نیکی کر لیں' قیامت میں نیکیاں ہی کام آئیں گی اور کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب یہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے اور ایمان والوں کو بھی اسی کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے' تم لوگ نیک کاموں کو بتاتے اور بری باتوں سے روکتے ہو۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اس میں شامل ہونا چاہتے ہو تو اس کی شرط کو بھی پوری کرو۔ یعنی جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرو گے خیر امت میں شامل نہیں ہو سکتے۔ تم دنیا جہاں کے لئے نمونہ بنا کر کھڑے کئے گئے ہو تو نمونہ بن کر دکھاؤ' تم خود بھی اوامر کی پابندی کرو اور دوسروں کو اس کا حکم کرو اور خود بھی نواہی سے بچو اور دوسروں کو بھی بچنے کی تاکید کرو' اس امت کا وظیفہ یہی ہے کہ وہ خود معروف کو اختیار کرے اور اس کا سارا کام اللہ و رسول کی مرضی کے مطابق ہو اور معروف میں اپنے کو فنا کر دے۔ اسی طرح منکرات سے بچے اور اس کو سوچے کہ گناہ کرنے سے اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ امم سابقہ پر اسی وجہ سے طرح طرح کا عذاب آیا' کسی پر پانی کا عذاب آیا اور غرق کر دیئے گئے' کسی پر آگ برسادی گئی' جل کر ختم ہو گئے' کسی کی صورت بدل دی گئی' آدمی سے بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔

آج کون سا گناہ ہے جو ہم نہیں کر رہے ہیں؟ آپ مانیں یا نہ مانیں مگر واقعہ یہی ہے کہ آج عام طور سے ہم لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اور پھر بھی مطمئن اور بے فکر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا خوف ہمارے دل سے نکل گیا ہے' میں اپنے لئے خود کہتا ہوں کہ وہ خوف ہمارے دلوں میں نہیں رہا جو ہمارے اکابر میں تھا' وہ قرآن سن کر لرز جاتے تھے' اللہ کے خوف سے کانپنے لگتے تھے اور مومن کی یہی شان ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں' ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔"

ان صفات کو ہم اپنے اندر پیدا کریں' اللہ کا خوف' اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو سارا کام بن جائے۔ مسائل کو علماء سے سیکھیں اور پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔ بزرگان دین نے تصوف کی تعریف اپنے اپنے مزاج کے مطابق کی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ اس کو جائز و ناجائز کی فکر پیدا ہو جائے یعنی یہ فکر پیدا ہو جائے کہ کون سی چیز جائز ہے کہ ہم اس کو کریں اور کیا چیز ناجائز ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع تعریف ہے' ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے اندر وہ فکر پیدا کریں' ہر مسلمان کو یہ فکر پیدا کرنی چاہئے اور ہر شخص اس کا مکلف ہے' خواہ مرد ہو یا عورت' جوان ہو یا بوڑھا' ہر ایک میں یہ فکر ہونی چاہئے کہ اس کا ہر قدم اللہ کی مرضی کے مطابق اٹھے اور اس کا سب وقت اللہ کے قانون کی فرمانبرداری میں گزرے۔ اللہ کی کتاب پر عمل کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کرنے پر اس کو ندامت ہو' خدا کا خوف پیدا ہو جائے' قیامت کا یقین ہو جائے' اللہ سے ڈر ہو جائے' پھر دیکھئے کیا سے کیا بن جائے؟ سب سے بڑی کامیابی تو یہی ہے کہ قیامت کے دن عذاب جہنم سے بچ جائیں۔ "ذلک ھو الفوز العظیم" مگر آج ہمارے دلوں میں نہ جہنم کا خوف باقی رہا نہ جنت کا شوق باقی رہا' اگر ہے تو مبارک ہو' نہیں ہے تو رونے کا مقام

ہے۔ روئیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ یا اللہ! ہم کو اپنی محبت دے' اپنا خوف دل میں ڈال دے' نافرمانی سے بچنے کی ہم کو توفیق دے' ہم دین کے لئے نکلیں' دین کا کام کریں' دین کی تبلیغ کریں' لوگوں کو دین کی طرف بلائیں' تھوڑا وقت اللہ کی راہ میں نکالیں' اس ماحول سے نکلیں' اللہ والوں کے پاس جائیں' پھر دیکھیں کہ دل کی دنیا کیسی بدل جاتی ہے۔

ارے بھائی! یہ دنیا مٹ جانے والی' فنا ہو جانے والی اور چھوٹ جانے والی ہے' فانی سے کیا دل لگانا؟ اصل دولت باقی ہے۔ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کا' ہمارے بزرگان دین کا یہی حال تھا کہ آخرت کا ان کو یقین تھا' آخرت ہی کے لئے وہ اعمال اختیار کرتے تھے اور خلوص سے کرتے تھے۔ بزرگان دین کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہے' اللہ کی بندگی ہے پھر بھی روتے اور ڈرتے رہتے ہیں۔ ہم لوگ نافرمانی کرکے ہنستے ہیں' کھاپی کر مست ہو کر سو جاتے ہیں' اللہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں' کوئی پروا نہیں۔ بھائی ایسی زندگی تو نہایت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو' آپ کو اور سب کو توفیق مرحمت فرمائے کہ ہم دین پر عمل کریں۔

☆☆.........☆☆

بقیہ: معاشرتی زندگی میں خوف خدا کی کمی

واقعات تو وقتاً فوقتاً دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں' بڑے تعاون اور وسیع ہمدردیوں کے واقعات سے بھی یہ زمانہ خالی نہیں' مثال کے طور پر مکہ مکرمہ کا یہ تازہ واقعہ کہ ایک پاکستانی نوجوان جو مکہ مکرمہ میں کام کرتے ہیں دونوں گردوں کے بے کار ہوجانے سے مرض میں مبتلا ہوئے' ان کو ڈاکٹروں نے بتایا کہ وہ کسی کا گردہ اپنے جسم میں منتقل کریں تب ہی وہ بچ سکتے ہیں' مصارف ایک لاکھ سے زیادہ تھے' ان کے بعض احباب اس کے لئے فکرمند ہوئے' اسی دوران ایک عرب آئے اور دوران گفتگو ان کو اس کا علم ہوا' انہوں نے دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ معلوم ہونے پر دریافت کیا کہ کیا مصارف ہوں گے؟ ان کو بتایا گیا کہ فی الحال ایک لاکھ کا خرچ ہے' انہوں نے اسی وقت رقم نکال کردے دی' جب ان سے ان کا نام دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جس کے لئے میں نے کیا ہے یعنی خدائے تعالیٰ وہ میرا نام جانتا ہے اور یہ کہہ کر چلے گئے' کیا یہ بات اللہ تعالیٰ کی رضا اور جزائے آخرت کے علاوہ کسی اور سبب سے ہوسکتی ہے؟

اور جب خوف خدا اور تصور آخرت سے زندگی خالی ہو تو وہ واقعات بکثرت مشاہدے میں آتے ہیں' جن میں بے دردی اور خودغرضی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ملکی قانون سے بھی قابو میں نہیں آتے مثلاً ریلوے یا ہوائی حادثات کے موقع پر ہلاک شدہ اور زخمی لوگوں کے مال پر فوراً قبضہ کرنا اور اس سلسلے میں سخت دلی اور بے دردی کا مظاہرہ کرنا ایک عام چلن بن گیا ہے' حتی کہ روس جیسے سخت گرفت رکھنے والے ملک میں آرمینیا کے زلزلے سے متاثرین کے ساتھ بے دردی کے واقعات کی خبریں آئیں جو اس بات کی علامت ہیں کہ قانون اور ضرب وحرب سے ایک مصنوعی اور ناقص روک تو لگ سکتی ہے' لیکن حقیقی اور جامع روک نہیں ہوسکتی۔

☆☆.........☆☆

بقیہ: طائفہ دیوبند

اپنی جائیدادوں سے محروم ہونا پڑا' پوری تفصیل مورخ اسلام مولانا سید محمد میاں سابق ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند کی مایہ ناز کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی" میں ملاحظہ کریں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے جرأت و بہادری کا پیکر بن کر دنیا کو بتادیا کہ اہل حق جان تو دے سکتے ہیں مگر ایمان نہیں دے سکتے وہ اعلان کرتے ہیں کہ جان جائے تو جائے مگر ایمان نہ جائے: جان بہت قیمتی ہے مگر ایمان سب سے قیمتی ہے۔

☆☆.........☆☆

نیوزی لینڈ میں اسلام کی روز افزوں ترقی

نیوزی لینڈ (نمائندہ خصوصی) نیوزی لینڈ میں اسلام بہت تیزی سے ترقی کررہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ چکی ہے' جو ملک کے مختلف شہروں میں مقیم ہیں' جبکہ اس ملک کی کل آبادی صرف ۳۵ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اس ملک میں اس وقت سات دینی جماعتیں مختلف شعبوں میں کام کررہی ہیں جن کے تحت مختلف مساجد اور مدارس کے قیام عمل میں لایا جاچکا ہے۔ نیوزی لینڈ میں مقیم مسلمانوں کی مجموعی رائے یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا مستقبل تابناک ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین ایوبی کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ اور اسلام کی صداقت اور ہدایت کی روشن دلیل ہے۔

ایک متوسط درجے کے کرد شریف زادے اور خاندانی سپاہی کی حیثیت سے ان کا نشو ونما ہوا، مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلے میں میدان میں آنے سے پہلے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کرد نوجوان بیت المقدس کا فاتح اور عالم اسلام کا محافظ ثابت ہوگا، اس کی قسمت میں وہ سعادت لکھی ہے، جو بڑے بڑے عالی نسب شرفا اور صلحا کے لئے قابل رشک ہے اور تاریخ میں وہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے گا جس سے روح مبارک تک کو شادمانی حاصل ہوگی۔

لین پول لکھتا ہے کہ بجائے اس کے کہ صلاح الدین ایوبی سے کوئی علامت ایسی ظاہر ہوتی، جس سے معلوم ہوتا کہ وہ آئندہ کوئی بڑا آدمی بننے والا ہے، وہ ایک روشن مثال اس خاموش اور پرامن نیکی کی بناء رہا جو شریف طبیعتوں کو تمام اخلاقی کمزوریوں سے دور رکھتی ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا منظور ہوا تو اس کا غیبی سامان کیا گیا، ان کو ان کے ولی نعمت نور الدین نے سخت اصرار و حکم سے مصر بھیجا، قاضی بہاء الدین ابن شداد سلطان کے معتمد خاص لکھتے ہیں کہ سلطان نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں بڑی ناگواری اور مجبوری سے مصر آیا، میرا مصر آنا بالکل میری مرضی سے نہیں ہوا، میرا معاملہ بالکل وہی ہے جس کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا: "وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم"

زندگی میں تبدیلی:

مصر پہنچ کر جب صلاح الدین ایوبی کے لئے میدان بالکل صاف ہوگیا اور مصر کی زمام مملکت ان کے ہاتھ میں آگئی تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی، یہ خیال دل میں جم گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی بڑا کام لینا ہے اور اس کام کے ساتھ عیش و راحت کا کوئی جوڑ نہیں۔

قاضی بہاء الدین ابن شداد لکھتے ہیں کہ حکومت (مصر) کی باگ ڈور ہاتھ میں آجانے کے

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بعد دنیا ان کی نظر میں ہیچ ہوگئی، شکر گزاری کا جذبہ ان کے دل میں موجزن ہوا، گناہوں سے توبہ کی، عیش و تفریحات سے منہ موڑ لیا اور ایک سنجیدہ اور جفاکش زندگی اختیار کی اور اس میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔

لین پول بھی یہی لکھتا ہے۔

اب جہاں تک صلاح الدین ایوبی کی اپنی ذات کا تعلق تھا، اس نے اپنی زندگی کے قواعد سخت کر دیئے، متقی اور پرہیزگار تو وہ ہمیشہ کا تھا، مگر اب ان میں اور سختی اختیار کی، دنیا کے عیش و آرام اور لذتوں کا خیال بالکل ترک کر دیا اور اپنے عمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں اور اپنے ساتھیوں کے حق میں خود ایک مثال بنا، اس نے اپنی تمام بلیغ کوششیں اس بات میں صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کرے جس میں کفار کو ملک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر اس نے کہا:

"جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھا کہ فلسطین بھی مجھے اللہ کو دینا منظور ہے۔"

جہاد کا عشق:

سلطان کو جہاد سے عشق تھا، جہاد اس کی سب سے بڑی عبادت، سب سے بڑی لذت، عیش اور اس کی روح کی غذا تھی۔

قاضی ابن شداد کہتے ہیں:

"جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشے میں سما گیا تھا اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا۔ یہی ان کا موضوع گفتگو تھا، اسی کا ساز و سامان تیار کرتے رہتے تھے اور اسی کے اسباب و وسائل پر غور کرتے۔ اسی مطلب کے آدمیوں کو ان کی تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترقی دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد اور اہل خاندان اور وطن و مسکن اور تمام ملک کی خیرباد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمے کی زندگی پر قناعت کی جس کو ہوائیں ہلا سکتی

تھیں‘ کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا (اور اسی طرح ان کی نظر میں وقعت حاصل کرلیتا) قسم کھائی جاسکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔“

سلطان کی اس عاشقانہ کیفیت اور دردمندی کی تصویر ابن شداد نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

”میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ کی سی ہوتی تھی‘ جس نے اپنے اکلوتے بچے کا داغ اٹھایا ہے‘ وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے‘ خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے ”یاللاسلام“ اسلام کی مدد کرو۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے‘ عکا کے معرکے میں ان کی کیفیت یہ تھی:

”سارے دن سلطان نے ایک دانہ منہ میں نہیں رکھا‘ صرف طبیب کے مشورے اور اصرار سے ایک مشروب کا استعمال کیا‘ شاہی طبیب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے صرف چند لقمے کھائے‘ ان کی طبیعت میدان جنگ کے سوا کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں تھی۔“

حطین کی فیصلہ کن جنگ:

آخر مختلف جنگی کارروائیوں اور مقابلوں کے بعد وہ معرکہ پیش آیا جو تاریخ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اور جس نے فلسطین کی مسیحی سلطنت کا خاتمہ اور صلیبیوں کا فیصلہ کردیا‘ یہ حطین کی جنگ تھی جو سنیچر کے دن ۲۴/ربیع الآخر ۵۸۳ھ بمطابق ۱۱۸۷ء کو پیش آئی اور جس میں مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

لین پول اس میدان جنگ کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:

”مسیحی لشکر کے چیدہ اور منتخب جواں مرد قید کرلئے گئے‘ گائی بادشاہ یروشلم اور اس کا بھائی جاثلون (حنین) کا ریجی نالڈ تینن کا ہمفری طبقات داویہ اور سپیطار کے دونوں مقدم اور بڑے بڑے عیسائی شرفا گرفتار کرلئے گئے‘ باقی فلسطین کے تمام عیسائی بہادر اور شہسوار مسلمانوں کے پہرے میں تھے‘ مسیحی لشکر کے معمولی سپاہی پیدل اور سوار جو زندہ بچے تھے‘ سب مسلمانوں کے اسیر ہوگئے تھے‘ ایک ایک مسلمان سپاہی تیس تیس عیسائیوں کو جنہیں خود اس نے گرفتار کیا تھا‘ خیمے کی رسی میں باندھے لے جاتا دیکھا گیا۔ ٹوٹی ہوئی صلیبوں اور کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں میں مردوں کے ڈھیر اس طرح لگے تھے‘ جیسے پتھر پر پتھر پڑے ہوں اور کٹے ہوئے سر زمین پر اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے خربوزوں کے کھیت میں خربوزے پڑے نظر آئیں‘ مدتوں تک جنگ کا یہ میدان جس میں یہ خونی لڑائی ہوئی تھی اور جہاں بیان کیا جاتا تھا کہ تیس ہزار آدمی مارے گئے تھے‘ مشہور رہا‘ ایک سال کے بعد سفید سفید ہڈیوں کے تودے اور ڈھیر دور سے لوگوں کو نظر آتے تھے اور جانوروں کے کھانے کے بعد جو ٹکڑے لاشوں کے بچے تھے وہ بھی میدان میں جابجا پڑے دکھائی دیتے تھے۔“

سلطان کی دینی حمیت:

اس فتح کے ساتھ یہ واقعہ بھی تاریخ میں یادگار رہے گا جس سے سلطان کی دینی حمیت اور اس کی قوت ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ واقعہ بھی ہم انگریز مورخ کی زبان سے سنیں:

”سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنا خیمہ لڑائی کے میدان میں نصب کرایا‘ جب خیمہ نصب ہوگیا تو حکم دیا کہ قیدی سامنے حاضر کئے جائیں‘ بادشاہ گائی اور ریجی نالڈ جاثلون (حنین) دونوں اندر لائے گئے‘ سلطان نے بادشاہ یروشلم کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اسے پیاسا دیکھ کر برف میں سرد کئے ہوئے پانی کا کٹورا دیا‘ گائی نے پانی پیا اور پانی کا کٹورا ریجی نالڈ کو دیا‘ سلطان یہ دیکھ کر خاموش رہا اور ترجمان سے کہا کہ بادشاہ سے کہو کہ میں نے اس شخص کو پانی نہیں دیا ہے‘ بادشاہ گائی نے دیا ہے‘ روٹی اور نمک جسے دیتے ہیں وہ محفوظ سمجھا جاتا ہے‘ مگر یہ آدمی اس قسم کی حفاظت میں بھی میرے انتقام سے نہیں بچ سکتا۔ صلاح الدین اتنا کہہ کر کھڑا ہوا اور ریجی نالڈ کے سامنے آیا‘ ریجی نالڈ جب سے خیمے میں داخل ہوا تھا‘ برابر کھڑا رہا تھا‘ سلطان نے اس سے کہا: سن! میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی‘ ایک مرتبہ تو اس وقت جب کہ تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا‘ دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ تو نے دھوکے اور

دغابازی سے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کیا تھا' دیکھ میں اب تیری بے ادبی اور توہین کا انتقام لیتا ہوں' اتنا کہہ کر صلاح الدین نے تلوار نکالی اور جیسا کہ عہد کیا تھا ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا' جو کچھ رمق باقی تھی' اسے پہرے والوں نے آ کر ختم کیا۔

بادشاہ گائی اس قتل کو دیکھ کر لرز گیا اور سمجھا کہ اب اس کی باری آئے گی' صلاح الدین نے اس کو مطمئن کیا اور کہا کہ بادشاہوں کا دستور نہیں کہ وہ بادشاہ کو قتل کریں' اس شخص نے بار بار عہد شکنیاں کی تھیں' اب جو کچھ گزر گیا' گزر گیا۔"

ابن شداد نے لکھا ہے:

"سلطان نے ریجی نالڈ کو طلب کیا اور کہا کہ " لو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں۔" ابن شداد نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان نے اس کو اسلام کی دعوت دی' مگر اس نے قبول نہیں کی۔"

فتح بیت المقدس:

حطین کی فتح کے بعد وہ مبارک موقع جلد آ گیا' جس کی سلطان کو بے حد آرزو تھی' یعنی بیت المقدس کی فتح' قاضی ابن شداد نے لکھا ہے:

"سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر تھی اور اس کے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ پہاڑ اس کے متحمل نہیں تھے۔"

رجب کے مہینے میں یہ پہلا قبلہ اسلام کی تولیت میں آیا' یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ سلطان کے داخلے کی تاریخ بھی وہی تھی جس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تھی۔

قاضی ابن شداد لکھتے ہیں:

"یہ عظیم الشان فتح تھی' اس مبارک موقع پر اہل علم کی بہت بڑی جماعت اور اہل حرفہ اور اہل طرق کی کثیر تعداد جمع تھی' اس لئے کہ لوگوں کو جب ساحلی مقامات کی فتح اور سلطان کے ارادے کی اطلاع ملی تو مصر و شام سے علماً نے بیت المقدس کا رخ کیا اور کوئی روشناس اور معروف آدمی پیچھے نہیں رہا' ہر طرف دعا و تہلیل و تکبیر کا شور بلند تھا' بیت المقدس میں ۹۰ برس کے بعد جمعہ کی نماز ہوئی' قبلہ صخرہ پر جو صلیب نصب تھی وہ اتار دی گئی' ایک عجیب منظر تھا اور اسلام کی فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کھلی آنکھوں نظر آ رہی تھی۔"

نورالدین زنگی مرحوم نے بیت المقدس کے لئے بڑے اہتمام اور بڑے خرچ سے منبر بنوایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بیت المقدس واپس دلائے گا تو یہ منبر نصب کیا جائے گا۔ صلاح الدین ایوبی نے حلب سے وہ منبر طلب کیا اور اس کو مسجد اقصیٰ میں نصب کیا۔

اسلامی اخلاق کا مظاہرہ:

صلاح الدین نے اس موقع پر جس عالی ظرفی' دریا دلی اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا' وہ عیسائی مورخ کی زبان سے سننے کے قابل ہے:

"صلاح الدین نے کبھی پہلے اپنے کو ایسا عالی ظرف اور باہمت ثابت نہیں کیا تھا' جیسا کہ اس موقع پر کیا' جب یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا' اس کی سپاہ اور معزز افسران ذمہ دار تھے جو اس کے تحت تھے شہر کے گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا' یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی ظلم و زیادتی کو روکتے تھے اور اس کا نتیجہ تھا کہ کوئی واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچی ہو' پیش نہ آیا۔ شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا کہ ہر شہر والے کو جو زر فدیہ ادا کر چکا ہے' باہر جانے دے۔"

پھر سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور بالیان کے ہزار ہزار غلام آزاد کرنے کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"اب صلاح الدین نے امیروں سے کہا کہ میرے بھائی نے اپنی طرف سے اور بالیان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی' اب میں اپنی طرف سے بھی خیرات کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کر دیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زر فدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے' آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں اور یہ سب نکلنے شروع ہوئے اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں' یہ خیر و خیرات تھی جو صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی تھی۔

غرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب و مفتوح شہر پر اپنا احسان و کرم کیا' جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبوں نے ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں' جب گوڈ جرے اور ٹنکریڈ یروشلم کے کوچہ و بازار میں سے گزرے تھے تو وہاں مردے پڑے اور جان بہ لب زخمی لوٹتے تھے جب کہ بے

گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا' جہاں قدس کی چھتوں اور برجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا اور جہاں ان کے اس قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹا لگایا تھا' جب کہ اس مقدس شہر کو ظلم و بدنامی کے رنگ میں انہوں نے رنگا یا تھا' جہاں رحم و محبت کا وعظ جناب مسیح نے سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ خیر و برکت والے ہیں' وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں ان پر خدا کی برکتیں نازل رہتی ہیں۔

جس وقت یہ عیسائی اس پاک و مقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کر کے اس کو مذبح بنا رہے تھے' اس وقت وہ ان کے کلام کو بھول گئے تھے' اور ان بے رحمت عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم و کرم ہو رہا تھا۔

صفات خداوندی میں سب سے بڑھ کر صفت رحم ہے' رحم عدل کا تاج اور اس کا جلال ہے' جہاں عدل اپنے اختیار اور استحقاق سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے' رحم جان بچا سکتا ہے۔

اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کرایا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا اعلیٰ حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔"

صلیبی سیلاب:

بیت المقدس کی فتح اور حطین کی ذلت آمیز شکست سے یورپ میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور سارا یورپ شام کے چھوٹے سے ملک پر ابل پڑا' جس میں یورپ کے تقریباً تمام مشہور جنگ آزما اور مشہور بادشاہ اور سپہ سالار تھے: قیصر فریڈرک' رچرڈ شیر دل' شاہان انگلستان' فرانس' صقلیہ' آسٹریا' برگنڈی' فلانڈرز کے ڈیوک اور نائٹ اپنی آہن پوش فوجوں کے ساتھ امنڈ آئے' ان کے سب کے مقابلے میں تنہا سلطان الدین ایوبی تھا اور اس کے اعزہ اور چند حلیف جو پورے عالم اسلام کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے۔

صلح اور سلطان کے کام کی تکمیل:

آخر پانچ برس کی مسلسل خون ریز و خون آشام جنگوں کے بعد ۱۱۹۲ء میں رملہ پر دونوں حریفوں میں جو تھک کر چور ہو گئے تھے' صلح ہوئی' بیت المقدس اور مسلمانوں کے مفتوحہ شہر اور قلعے بدستور ان کے قبضے میں رہے' ساحل پر عکہ کی مختصر سی ریاست عیسائیوں کے قبضے میں تھی اور سارا ملک سلطان صلاح الدین کے زیر نگین تھا' صلاح الدین نے جو خدمت اپنے ذمہ لی تھی اور صحیح تر الفاظ میں جو کام اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا تھا' اس کے ہاتھوں مکمل ہوا' عیسائی مورخ اس کی کامیابی اور جنگ صلیبی کے نامبارک سلسلے کے اختتام کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"جنگ مقدس خاتمے کو پہنچی' خود ان میں اور بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اگر ان کے امکان میں ہوتا تو وہ سلطان پر اپنی جان قربان کر سکیں اور اس کی طرف سے فدیہ ہو جائیں تو وہ اس کے لئے تیار تھے۔"

قاضی ابن شداد لکھتے ہیں:

"سلطان نے اپنے ترکے میں صرف ایک دینار اور ۴۷ درہم چھوڑے تھے' کوئی ملک' مکان' جائیداد' باغ' گاؤں' زراعت نہیں چھوڑی' ان کی تجہیز و تدفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا' سارا سامان قرض سے کیا گیا' یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے' کفن کا انتظام ان کے وزیر و کاتب قاضی فاضل نے کسی جائز و حلال ذریعہ سے کیا۔" ☆......☆......☆

اسلام کینیڈا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب

کینیڈا (نمائندہ خصوصی) کینیڈا میں ہونے والے ایک تازہ جائزے کے مطابق اسلام اس ملک میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہونے کی وجہ سے اس ملک کا دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ اس وقت کینیڈا میں بسنے والے مسلمانوں کی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اپنی مسلح افواج میں شامل مسلمانوں کے لئے کینیڈا کی حکومت نے حال ہی میں ایک مسلمان امام و خطیب کا تقرر کیا ہے جو مسلمان فوجیوں کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں گے۔ مذکورہ مسلمان امام کے تقرر کے بعد مسلح افواج نے دینی شعبہ سے تعلق رکھنے والے اس فوجی ترانے کو بھی تبدیل کر دیا ہے اور اس میں سے "بڑھے چلو اے مسیحی سپاہیو!" کے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔

معاشرتی زندگی میں خوفِ خدا کی کمی

مولانا محمد رابع حسنی

اجتماعی زندگی میں درستگی اور خوبی کے لئے تین صفات بنیادی اہمیت رکھتی ہیں: ایک فرض شناسی' دوسرے ہمدردی اور تیسرے دیانت۔ اگر تینوں باتوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اجتماعی زندگی پریشانی اور مصیبت کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ اسلام میں ان تینوں باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ تینوں باتیں بطریق احسان پائی جاتی تھیں اور ان کی بنیاد اللہ کا خوف اور آخرت میں کامیابی کی طلب ہوتی تھی' اسی لئے ان کا معاشرہ بڑا مثالی معاشرہ تھا' آپس کی محبت' ہمدردی اور دیانتداری ان کی عام صفات تھیں' اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر جیسے جیسے کم ہوتی گئی' مسلمانوں میں ان صفات کی کمی ہوتی گئی اور ان کی اجتماعی زندگی ابتر ہوتی چلی گئی' ضرورت ہے کہ ان صفات کو رواج دینے اور عمل کا جزو بنانے کی فکر کی جائے اور معاشرے کو درست بنایا جائے۔ ملحد اور کافر قوموں میں اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر نہیں ہوتی ہے لیکن یورپ کی موجودہ متمدن قوموں میں فرض شناسی' ہمدردی' تعاون و دیانت کی ظاہری شکلیں خاص نظر آتی ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بیشتر افراد تعلیم یافتہ ہونے کے باعث اپنی اجتماعی زندگی کو خوبصورت اور منظم بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوف خدا اور تصور آخرت نہیں ہے' انہوں نے اس کی کا حل دوسرے طریقے سے نکالنے کی کوشش کی ہے انہوں نے خوف خدا کی جگہ حکومت اور قانون کی گرفت کے خوف کو جگہ دی ہے اور آخرت کی فکر کی جگہ اپنے ذاتی اور اجتماعی نفع و ضرر کی فکر کو جگہ دی ہے' اس طریقے سے وہ اپنی اجتماعی زندگی کو اپنے مطلب کی حد تک سنبھالنے کی قابل ہو گئے' ضروری کام کے لئے فرض شناسی اس لئے اختیار کی جاتی ہے کہ اس کے بغیر زندگی کی گاڑی نہیں چل سکتی ہے' وہاں ایک شخص دوسرے شخص سے تعاون اس لئے کر رہا ہے کہ اپنی ضرورت پڑنے پر اس کو دوسرے کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے' اس کے حصول کے لئے لین دین کے طریقے سے مفر نہیں' وہ دوسرے کے ساتھ اگر کوئی ہمدردی کرتا ہے تو یا تو اس لئے کہ اس سے اس کی کوئی ذاتی مقصد براری ہوتی ہے یا ہمدردی نہ کرنے پر سوسائٹی کی نظروں میں اس کو رسوائی کا خطرہ ہوتا ہے۔

جہاں تک دیانت کا تعلق ہے تو وہ صرف قانون کی پکڑ سے بچنے کے لئے یا رائے عامہ کے دباؤ سے اور سوسائٹی کی نظر تنقید سے بچنے کے لئے اختیار کرتا ہے' اگر ان دونوں باتوں میں مفر کی صورت نکلتی ہے تو وہ بددیانتی سے بالکل نہیں بچتا' چنانچہ مغربی سوسائٹی میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جب بھی بددیانتی کی پکڑ سے محفوظ موقع ملا تو کھل کر بددیانتی کی گئی۔ نیویارک میں ایک رات چند گھنٹوں کے لئے بجلی چلی گئی تو اندھیرے کی آڑ میں دکانوں کے دروازے توڑ توڑ کر ہر طرح کا سامان اٹھا لے گئے اور پولیس کی زد میں آئے تو ناگواری کا اظہار کیا۔

امریکہ میں کسی اخبار نے یہ سوال نامہ شائع کیا کہ اگر آپ کو پکڑ دھکڑ کا خطرہ نہ ہو اور چوری کا موقع ملے تو کیا آپ چوری کریں گے؟ تو بھاری اکثریت کا جواب تھا' ضرور کریں گے۔ یہ ان کی حقیقت گوئی تھی کیونکہ پکڑ یا دباؤ کے خطرے کے معدوم ہونے کی صورت میں بددیانتی نہ کرنا ان کی نظر میں بے وقوفی سے زیادہ نہیں۔

وہاں کی حکومتیں ان تصورات کو جانتی ہیں' اس لئے وہ اس کے مطابق انتظامات بھی کرتی ہیں اور اسی کے مطابق ضابطہ و قانون بھی بناتی ہیں اور اس طریقے سے سوسائٹی کے ظاہری عمل کو کنٹرول کر لیتی ہیں' جس کی وجہ سے ان کی اجتماعی زندگی کا ظاہری رنگ و روپ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے' چھوٹی موٹی اور گھٹیا قسم کی بددیانتیاں مغربی تمدن میں بہت کم ہوتی ہیں' کیونکہ ان سے فائدہ کم اور سوسائٹی میں رسوائی کا نقصان زیادہ ہوتا ہے' چنانچہ سڑک پر معمولی اشیاء کی دکانوں پر بعض وقت مال بغیر محافظ کے ہوتا ہے اور لوگ قیمت رکھتے جاتے ہیں اور مال اٹھا لیتے ہیں۔ مثلاً اخبارات کے فروخت میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے' وجہ یہ ہوتی ہے کہ اردگرد دسیوں آدمی آتے جاتے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب بھی کسی کو کوئی محفوظ موقع مل گیا تو وہ اس سے پورا

فائدہ اٹھاتا ہے' مغربی تمدن میں قانون و حکومت کی گرفت کے ساتھ ساتھ صحافت کی طرف سے بھی گرفت کا نظام ہے اور اس معاملے میں صحافت برابر کام انجام دیتی ہے' اگر کسی فرم کی طرف سے خراب مال بنایا جارہا ہو اور بد معاملگی ہوتی ہو تو فوراً صحافت اس کی گرفت کرتی ہے اور عوام کے سامنے اس کا قضیہ لے آتی ہے' اس کی وجہ سے کاروبار میں دیانت و احتیاط کا لحاظ رکھا جاتا ہے' یہ حالات ہیں بے خدا زندگی کے جن میں دین کی گرفت کے نہ ہونے سے دنیاوی تدابیر سے کام لیا جاتا ہے' کم از کم ظاہری سطح پر اچھے نتائج حاصل کر لئے جاتے ہیں' لیکن ہمارا مشرقی ماحول اتفاق سے دونوں عوامل سے خالی ہو چکا ہے' نہ تو اس میں دین کا اتنا اثر ہے کہ وہ غلط کاموں اور خود غرضیوں سے روکے اور کہیں پایا جاتا ہے تو اس کی تعداد کم ہے' جو معاشرے کو اچھا نہیں بنا پاتا اور اس حیثیت کو مان کر اس کا متبادل دنیاوی طریقہ اختیار کرنے کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاتی' چنانچہ ہماری اجتماعی زندگی میں تعاون' ہمدردی اور دیانت جیسی باتوں کی مثالیں کم ہوتی جارہی ہیں' البتہ اچھی دیانت داری' ہمدردی اور تعاون کے تذکرے برابر جاری ہیں اور ان کے لئے دین و آخرت کے حوالے بھی دیئے جاتے ہیں' جن کا اثر کسی حد تک ہوتا ہے اور بہت سے افراد کی اس طریقے سے اصلاح بھی ہوتی ہے' لیکن کوشش کی مقدار زیادہ نہیں ہے' تھوڑی بہت اچھی مثالوں کی وجہ سے تیز دعوت و نصیحت کے بجائے کام کی صورت میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کافی ہے اور معاشرہ اس سے درست ہو جائے گا لیکن یہ کافی نہ ہونے کے باعث معاشرے میں کافی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

اگر دکاندار کی ناواقفیت اور کسی دوسرے کی نظر سے بچنے کا موقع مل جائے تو خریدار قیمت سے زیادہ مال حاصل کر لیتا ہے اور اگر گاہک کی ناسمجھی یا غفلت کا موقع دکاندار کو مل جائے تو وہ اس سے زیادہ دام حاصل کر لیتا ہے' اسی طرح ایک ساتھ رہنے والے ایک دوسرے کی اشیاء کو غفلت کا موقع ملنے پر بقدر اختیار اپنی ملکیت میں لے لیتے ہیں اور ایک دوسرے کی اشیاء کو بلا اجازت استعمال کرنے کا رواج تو بہت عام ہے خواہ اس سے اصل مالک کو دشواریاں اور نقصانات کتنے بھی پیش آئیں۔

ہمارے مسلم معاشرے میں بھی یہ کمزوری بڑھتی جارہی ہے' اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا گھریلو ماحول پھر ہمارا تعلیمی نظام' دلوں کو انسانی ہمدردی کا عادی اور خوف خدا اور تصور آخرت سے وابستہ کرنے سے بہت کوتاہ اور غافل ہے' علم تو ڈھیروں مہیا کرنے کی فکر کی جاتی ہے' لیکن سیرت کو درست کرنے اور انسان بنانے کے طریقے بہت کم اختیار کئے جاتے ہیں' اس کے نتیجے میں وہ اخلاقی کمزوریاں دلوں میں گھر کر لیتی ہیں جس سے معاشرہ اور خود غرض بنتا جاتا ہے' دوسرے کی چیز بلا اجازت استعمال کر لینا' دوسرے کی نجی باتوں کی ٹوہ میں رہنا' اپنے معمولی فائدے کے لئے دوسرے کا بڑا نقصان کر دینا' ذاتی منفعت کی طلب میں ملت کو نقصان پہنچانا' دنیاوی فائدے کی خاطر آخرت کی بربادی مول لے لینا ہماری معاشرت میں پھیلتا جارہا ہے۔

ایک ادارے نے اپنے ٹیلیفون پر طویل فاصلے کی کالیں مخفی طور پر بار بار ہو جانے کے بعد ایک تختی لگائی کہ یہ قومی مقصد کا ٹیلیفون ہے' براہ کرم کال کریں تو اس کا معاوضہ بھی ادا کریں' تختی کی پرواہ کئے بغیر ایک صاحب کال کرنے لگے' جب ان سے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی قوم کا ہوں اور بے تکلف کال کی اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ ایسی باتوں کو دین کے خلاف محسوس نہیں کرتے' حالانکہ ان معاملات میں دین کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ یہ احساس کہ مالک سے اجازت لے کر ہی اس کی چیز استعمال کی جائے اور اس کی اجازت پر ہی اس کی چیز کو اپنی ملکیت میں لیا جائے خواہ وہ چیز کتنی ہی معمولی ہو' بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے' یہ دیانتداری کی کمی کا معاملہ ہے اور جہاں تک تعاون و ہمدردی کا تعلق ہے تو وہ مخلصانہ طور پر اور محض اللہ کے لئے کرنے کے دائرے سے تقریباً باہر ہو چکا ہے' اب تو جس کے تعاون و ہمدردی کا گہرا جائزہ لیا جائے تو اس کے پیچھے عموماً کوئی دنیاوی مفاد مخفی ملتا ہے' حتیٰ کہ لوگوں میں ملنے جلنے میں' ایک دوسرے سے اخلاق کے ساتھ پیش آنے میں' محبت و احترام کے ساتھ پیش آنے میں' دوسرے کی ضرورت و طلب کو خوش دلی سے پورا کرنے میں اکثر دنیاوی مفاد کا مخفی عمل دخل ملتا ہے' اس طریقے سے ہمارا معاشرہ محض ایک مصنوعی ربط و محبت کا معاشرہ بن گیا ہے' اس میں اخلاص کے جذبے سے اور للہ فی اللہ کرنے کا جذبہ بہت قلیل یا مفقود ہو چکا ہے۔

حقیقت میں خوف خدا اور تصور آخرت کے کمزور پڑ جانے کے ہی یہ اثرات ہیں' جب خوف خدا اور تصور آخرت ہوتا ہے تو باہمی ربط و ضبط اور تعاون و ہمدردی' اخلاص' بے غرضی اور سچے ربط و ضبط کی خو اور طاقت پیدا ہوتی ہے' جس سے انسانیت اور سچے اخلاق کی فضا بنتی ہے اور زندگی میں زندگی کا مزہ آتا ہے۔

عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین میں خوف خدا اور تصور آخرت کے بہت سے واقعات ہیں' اس کے بعد کے زمانوں میں بتدریج ان میں کمی ہوتی ہے' لیکن اسلام کا کوئی زمانہ ان جیسے واقعات سے خالی نہیں رہا' حتیٰ کہ موجودہ عہد میں بھی اس جذبے کے حامل واقعات ملتے ہیں' تعاون و ہمدردی کے بے لوث

باقی صفحہ 8 پر

نحوست کا تصور

مولانا محمد خالد

نحوست کا اسلامی تصور:

اقوام عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے اور ان کی معاشرتی خصوصیات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نحوست کا مسئلہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے' ہر قوم نے شگون و بدشگونی کے کچھ اصول و قواعد اور علامتیں متعین کرلی ہیں اور اپنے ذاتی اور اجتماعی امور میں اکثر و بیشتر ان امور کی رعایت کی ہے' خوشی کے مواقع میں اس کا اہتمام اور بھی کیا جاتا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں کروڑوں دیوتاؤں کی آبادی ہے' بلکہ آبادی کے تناسب سے اب تو اس میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا' سعد و نحس کا مسئلہ اور زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

ہندوؤں کا عمل:

برادران وطن جو کام بھی کرتے ہیں' اس میں پنڈتوں' آچاریوں اور کاہنوں سے رجوع کرتے ہیں اور ضروری معلومات حاصل کرکے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کامیابی و کامرانی اسی میں تصور کرتے ہیں' بارہا ایسا ہوا ہے کہ پنڈت نے شادی کے لئے ڈیڑھ بجے رات کا وقت مقرر کیا تو ٹھیک اسی وقت شادی کی گئی اور اس کے پہلے بارات گاؤں کے باہر پڑی رہی' کیونکہ اس کے پہلے دولہا کے لئے مبارک گھڑی نہیں آئی تھی' لیکن اس کے باوجود خلاف توقع باتیں پیش آتی رہتی ہیں' جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ یہ اوقات' دن اور تاریخ بالذات ہرگز مؤثر نہیں' بلکہ اصل مؤثر دوسری ذات ہے اور وہی رب کائنات ہے۔

مسلمانوں میں اس کے اثرات:

ہندوؤں کے اثرات رفتہ رفتہ مسلمانوں میں سرایت کرتے گئے' لہٰذا سعد و نحس کا تصور مسلم معاشرے میں بھی آگیا اور عموماً شادی بیاہ' رخصتی اور سفر وغیرہ کرنے میں بعض جگہوں پر اس کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے' لیکن دینی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی حقیقت نہیں' یہ ساری باتیں جاہلیت کی دین ہیں۔ ایام جاہلیت میں اس قسم کی باتیں بکثرت معاشرے میں موجود تھیں' چنانچہ اہل مکہ ماہ شوال میں شادی بیاہ اور رخصتی وغیرہ نہیں کرتے تھے' لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی مہینے میں شادی کی اور رخصتی بھی آپ کی اسی مہینے میں ہوئی۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا ہے کہ: "میری شادی بھی شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی' اگر یہ منحوس ہے تو مجھ سے زیادہ بانصیب عورت کون ہے' ازدواجی زندگی مجھ سے زیادہ کس کی کامیاب ہوئی؟" اسی طرح اہل عرب پرندے وغیرہ اڑاتے اور اس سے اپنے معاملے میں شگون لیتے' کبھی تیروں کے ذریعے سعد و نحس کا ہونا معلوم کرتے' مردے کی کھوپڑی وغیرہ سے بھی اس کی نشاندہی کرتے تھے' لیکن اسلام نے ان باتوں کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ سعد و نحس ہونے میں ان کا قطعاً کوئی اثر نہیں۔ اور جاہلیت کا یہ تصور سراسر غلط ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے' سعادت و شقاوت سب اسی کی طرف سے ہے۔

شقاوت و بدبختی میں اعمال کا اثر:

ضرور ہے کہ بدبختی و شقاوت میں انسان کے کردار کا اور اعمال کا بھی اثر ظاہر ہوتا ہے۔ قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سعادت و برکات سے نوازا تھا' لیکن جب اس نے عناد سے کام لیا اور راہ حق سے ہٹ گئی تو آٹھ دن مسلسل اس قوم پر شدید قسم کی آندھی چلی' جس کی وجہ سے پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی' ان دنوں کو قرآن پاک نے ضرور منحوس کہا ہے' لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دن ہی منحوس ہیں یا ابتدا و انتہا کو منحوس تصور کیا جائے' بلکہ یہ نحوست ان کے عمل کا نتیجہ ہے اور دنوں کی حیثیت ظرف کی ہے' نہ کہ سبب کی' یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے' یہاں بہت سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور سعد و نحس کے سلسلے میں ان آیتوں سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔

بعض تاریخوں میں نحوست کا اثر:

اسی طرح بعض تاریخوں کے سلسلے میں بھی یہی تصور پایا جاتا ہے مثلاً ۳، ۱۳، ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ ہر مہینے

کی یہ تاریخیں عموماً نحس مانی جاتی ہیں اور بعض جگہوں پر مسلم معاشرے میں بھی یہ تصور عقیدے کی حد تک پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بھی اسی حیثیت سے دیکھی جاتی ہیں' ان تاریخوں میں نہ ہی شادی اور نہ کوئی اور مبارک و مسعود کام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں' مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کے ساتھ لاصفر فرمایا ہے۔ یعنی ماہ صفر کے سلسلے میں جو تصور پایا جاتا ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی طرح اتوار اور منگل کو بھی بعض جگہوں پر سعادت و برکت کے قابل نہیں سمجھا جاتا' حالانکہ یہ صحیح نہیں' اگر غور کیا جائے تو یہ بڑے بابرکت دن ہیں' کیونکہ کائنات کی تخلیق کا کام اتوار ہی کے دن شروع ہوا اور آسمان کی تخلیق کی ابتداء منگل سے ہوئی ہے۔ اسی طرح پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں پیدا کیا' اسی بناء پر یہودی سنیچر کو ہر کام سے فارغ ہو کر عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے زعم کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کا کام اس روز مکمل کرکے آرام کیا تھا اور اتوار کو نصاریٰ اس لئے مقدس مانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق کا کام اسی روز شروع کیا تھا۔

ایسا کیوں ہوتا:

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ذہن میں کوئی بات پہلے سے بیٹھ جاتی ہے' پھر اگر اتفاقاً کوئی بات اسی کے موافق ہو جاتی ہے تو فوراً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ فلاں چیز کا نتیجہ ہے' حالانکہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا' مثال کے طور پر اس واقعے کو لیجئے اور دیکھئے کہ اس ذہنیت پر کس قدر روشنی پڑتی ہے۔ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ تصور عام تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی دنیا سے کوچ کر جاتا ہے یا اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو سورج گرہن ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اتفاق سے اسی روز سورج گرہن بھی ہوا' لوگوں کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ یہ اثر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا احساس ہوا تو فوراً آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ چاند سورج اللہ کی نشانیاں ہیں' کسی کی وفات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا' جب ایسا ہوا کرے تو تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو جاؤ اور دعائیں کرو' لہٰذا اس موقع پر صلوٰۃ کسوف شروع ہوئی۔

تیرہ کا عدد اور مغربی دنیا:

بعض جگہوں پر تیرہ کا عدد بہت منحوس سمجھا جاتا ہے' مغربی دنیا میں تو مبالغے کی حد تک یہ بات پائی جاتی ہے۔ چنانچہ برطانیہ والے اس دسترخوان پر بیٹھنا گوارا نہیں کرتے' جس میں تیرہ آدمی مدعو ہوں اور فرانس میں ایسی صورت میں ایک شخص کا اضافہ کر لیا جاتا ہے اور اسے کارٹون کہا جاتا ہے۔ تہذیب جدید اور علم وتمدن کے مراکز' مشرق و مغرب کی قسمتوں کے فیصلے کرنے والے افسوس کہ سب ہی اس میں مبتلا ہیں۔ امریکہ بھی اس معاملے میں فرانس و برطانیہ کے دوش بدوش ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امریکی صدر فرانکلن روزویلٹ اس دعوت میں ہرگز شریک نہیں ہوتا تھا' جس میں تیرہ مہمان ہوں لیکن اس کے باوجود امریکا میں ایک کلب ہے' جس کا نام ہی کلب نمبر ۱۳ ہے۔ اس کی ایک شاخ لندن میں بھی ہے۔ اس کا ایک آرگن بھی "باتش" نامی نکلتا ہے جو صرف کارٹونوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کا کام ہی عدد تیرہ کا مذاق اڑانا اور "تیرہ" کے تعلق سے جو واقعات و حوادث پیش آتے ہیں اس کا ذکر کرنا ہے' اہل امریکا "تیرہ" کے عدد کو اور بھی منحوس سمجھتے ہیں کیونکہ جب "تیرہ" اپریل ۱۹۷۰ء کو اپولو نمبر ۱۳ کو داغا جا رہا تھا تو عین داغنے کے وقت اس کا گیس سلنڈر پھٹ گیا اور وہ پرواز کے قابل نہ رہا اور اتفاق سے اس کے تینوں خلا بازوں کے ناموں کے اعداد بھی تیرہ تھے' ابھی کچھ سال پہلے مہینے کی ۱۳/ تاریخ کو یمن میں زلزلہ آیا اور اتفاق سے وقت بھی ساڑھے بارہ کا تھا' گویا تیرہ کا عدد شروع ہو چکا تھا اور عظیم حادثہ پیش آیا' جس میں ڈھائی تین ہزار آدمی جاں بحق ہوئے' سات آٹھ سو بستیاں اجڑ گئیں اور کتنی صفحہ ہستی سے مٹ گئیں' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تیرہ تاریخ کو اگر جمعہ پڑ جائے تو پھر کوئی نحوست ضرور ظاہر ہوتی ہے' لیکن یہ ساری باتیں غیر اسلامی ہیں۔

جلیل القدر انبیاء اور تیرہ کا عدد:

اگر تیرہ منحوس ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے انبیاء کے لئے قطعاً پسند نہ فرماتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ذات خدا کے نزدیک برگزیدہ اور معصوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے اور تیرہویں آپ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارہ حواریین کے ساتھ تیرہویں خود تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بارہ نقیب تھے اور تیرہویں وہ خود تھے۔ اسی طرح بعض بڑے جاہ و جلال کے بادشاہ گزرے ہیں' مثلاً "آرتھر" اور "ہیروس" ان کے مصاحبین کی تعداد بارہ تھی اور یہ دونوں تیرہ کا عدد پورا کرتے تھے' لیکن ان پر نحوست کا سایہ تک نہیں پڑا اور سب سے بڑا واقعہ جس نے حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور کفر کے سر کو توڑ دیا وہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی اور اس کے مقابلے میں کافروں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی' لیکن فتح و نصرت مسلمانوں کو

ہوئی اور شکست وریخت دشمنان اسلام کے حصے میں پڑی۔

پھر بھی نہ جانے کتنے ایسے توہمات ہیں' جن کی آہنی زنجیروں میں انسانیت کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں اور وہ عقیدۂ خالص اور عمل صالح سے دور ہے' اس کا بایہ وجود اہرمن کی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے' حقیقی اسلام انسانوں کو اسی اسیری سے آزاد کرنے اور حق وصداقت کی سرمدی لذتوں سے روشناس کرانے آیا تھا' لیکن خدا کے بندوں نے اس کی قدر نہ کی اور بالآخر سعد ونحس کے چکروں نے انہیں قوت ارادی سے تہی دست اور عزم محکم کے فیضان سے محروم کر دیا۔

اسلام کا عظیم احسان:

اسلام نے اس سے منع کرکے اور بعض صورتوں میں کفر سے تعبیر کرکے جہاں عقیدے کی حفاظت کا سامان کیا ہے' وہیں اس نے بدفالی کے نتیجے میں عملی کوتاہیوں' نفسیاتی الجھنوں سے بھی بچانے کی کوشش کی ہے اور کامیابی وناکامی کا معیار عقیدہ وعمل کو قرار دیا ہے تاکہ عوارض کو موثرات حقیقیہ نہ سمجھا جائے' بلکہ ہر حال میں موثر خدا کی ذات کو مانا جائے اور مسلسل عمل' محنت وجاں فشانی سے زندگی کے تاریک دریچوں میں امید کی قندیلیں روشن کی جائیں' اس کے بغیر نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"انسان کے ذمہ کوشش ہے اور اس کے نتائج سامنے آکر رہیں گے۔"

ایک مسلمان آفاق کی وسعت دیکھ کر حیران وششدر' مبہوت ودرماندہ ہوکر ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت نہیں کرتا ہے اور وسعت آفاق کو اپنی فکر ونظر کا محور اور کدوکاش کی جولانگاہ تصور کرتا ہے' اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ساری کائنات اسی کی خاطر ہے' لیکن اس کی ذات رضائے الٰہی کے تابع ہے' یہی ایک مومن کی پہچان ہے:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

اس تخیل کی کارفرمائی جب ذہن ودماغ سے گزر کر پورے وجود پر حاوی ہو جاتی ہے تو ماحول کی برہمی' زمانے کی ناسازگاری اور حالات کی ستم رانی کے باوجود ایسے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں جو معجزات سے کم نہیں ہوتے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے چودہویں صدی کی آمد پر منعقد ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تاتاریوں کے عالم اسلام پر غالب آجانے کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت فرمائی تھی کہ اگر نحوست کا کوئی لفظ اسلام کی ڈکشنری میں ہوتا اور اس کا اطلاق کسی زمانے پر کیا جاتا تو وہ تیرہویں صدی عیسوی بمطابق ساتویں صدی ہجری ہوتی' کیونکہ مسلمان کا ستارۂ اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہو رہا تھا لیکن آپ کو معلوم ہے کیا ہوا؟ آرنلڈ کو یہ الفاظ لکھنے پڑے:

"بالآخر اپنی گزشتہ شان وشوکت کے خاکستر سے اسلام اٹھا اور واعظین اسلام نے ان ہی وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا' مسلمان کر لیا۔"

اور دنیا نے یہ دیکھا کہ اسلام نے فاتح تاتاریوں کو فتح کر لیا' بات یہ تھی کہ مسلمانوں نے سب کچھ کھو دیا تھا' خدا پر اعتماد نہیں کھویا تھا' ایمان وعقیدہ نہیں کھویا تھا' روحانی طاقت نہیں کھوئی تھی' شکست کس نے کھائی تھی' شکست کھائی تھی نالائق مسلمان' بادشاہوں نے' ایک کمزور مریض معاشرے نے' اسلام اپنی جگہ پر تھا اس کے شیشے پر کوئی بال نہیں آیا تھا۔

معاشرے میں بگاڑ عقیدے وعمل کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے اور پھر مریضانہ ذہنیت کے نتیجے میں اس قسم کے توہمات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' جس کی انتہا تباہی وبربادی کے مہیب غاروں پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو اس مریضانہ ذہنیت سے بچائے اور عقیدہ راسخ اور عمل خالص سے نوازے۔

"تلاطم ہائے دریائی سے گوہر کی سیرابی"

☆☆..........☆☆

میکسیکو میں تین سو افراد کا قبول اسلام

میکسیکو (اخباری رپورٹ) شمالی امریکا کے ملک میکسیکو کے ایک صوبے شاپوس میں تین سو افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اس علاقے میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس علاقے میں دعوتی کام کرنے والے علماء اور مبلغین کا خیال یہ ہے کہ اس خوشخبری کے بعد میکسیکو میں اسلام کی جانب مائل ہونے والوں میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ شاپوس ملک کا وہ علاقہ ہے جہاں کئی ایک مسلح گروپ حکومت کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ علمائے کرام ۱۹۹۵ء سے ان گروپوں کو اسلام کی دعوت دینے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اکرام مسلم

تمام اہل ایمان یکجان دوقالب ہیں:

بخاری ومسلم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہے:

"باہمی محبت و ہمدردی' ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک حال رہتا ہے۔"

بخاری ومسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں پھنسا کر دکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مومن' مومن کے لئے اس طرح دیوار کی مانند ہے' ان میں کا ایک دوسرے کو طاقت بخشتا ہے۔"

جس طرح ایک دیوار کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے بل پر قائم اور مستحکم ہے اور جب تک وہ دوسری اینٹوں کو چھوڑ نہ دے اسے کوئی ہلا نہیں سکتا' اسی طرح ہر فرد ملت' ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دوسرے فرد ملت سے وابستہ اور اس کے ذریعے مضبوط و مستحکم ہے۔ کپڑا' کپڑا ہونے کی حیثیت سے انسان کے جسم کی زینت ہے' لیکن اگر اس کے تار تار بکھیر دیئے جائیں تو کچے سوت کے ان بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی کیا قیمت ہے؟

فرد قائم ربط ملت سے ہے' تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

ایک فارسی شاعر نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ہم سب روح کے سمندر کی مختلف لہریں ہیں' جو کسی ایک لہر کو توڑتا ہے وہ سب لہروں کو توڑ ڈالتا ہے بلکہ وہ خود اپنے آپ کو بھی توڑ ڈالتا ہے:

پیوستہ است سلسلۂ موجہا بہم
خود را شکست ہر کہ دل ما شکستہ است

مولانا عبداللہ طارق

آدمی کے ظاہری اسلام کا احترام' باطن اللہ کے حوالے:

بسا اوقات شیطانی چال یا فریب نفس سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جو فلاں مسلمان سے نفرت یا عداوت رکھتا ہوں یہ اس کی بد دینی اور بدعملی کی وجہ سے ہے' حالانکہ یہ محض فریب نفس ہے۔ کسی کی بدعملی اس کا اپنا فعل ہے' اس کی وجہ سے اس سے کھلا ملا رہنا تو درست نہیں لیکن اس سے نفرت کرنے یا دشمنی برتنے کا بھی کسی کو حق نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری شخص آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں سرگوشی کی' وہ ایک منافق کے قتل کی اجازت حاصل کرنے آئے تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرگوشی کا جواب بلند آواز سے دیتے ہوئے فرمایا:

"کیا وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟

عرض کیا: گواہی دیتا ہے' اللہ کے رسول! مگر اس کی گواہی کچھ نہیں۔

فرمایا: کیا وہ میری نبوت کا اقرار نہیں کرتا؟

عرض کیا: کرتا ہے' اللہ کے رسول! مگر اس کا اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔

فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟

عرض کیا: پڑھتا ہے' اللہ کے رسول! مگر اس کی نماز کی کوئی حیثیت نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہی لوگ ہیں جن سے اللہ نے مجھے روکا ہے (ان کی جان و مال پر ہاتھ ڈالنے کا مجھے کوئی حق نہیں)۔"

عبداللہ نامی ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آتے جاتے تھے اور مزاج میں خوش طبعی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر ہنساتے رہتے تھے' سوسائٹی میں ان کا کیا مقام تھا؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ ان کا لقب حمار (گدھا) تھا۔ شراب کے عادی تھے' کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو کوڑے مارے جا چکے تھے' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملنے جلنے میں کبھی کوئی پرہیز نہیں فرمایا۔ اکثر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی اور شہد (ادھار خرید کر) پیش کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس تقاضا کرنے والے آتے تو ان کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے: "اللہ کے رسول! ان کے سامان کی قیمت چکا دیجئے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کچھ نہ کرتے کہ بس تبسم فرما دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے کہہ کر اس کی قیمت چکا دیا کرتے تھے۔ ایک بار جب یہ شراب نوشی کے جرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو کوڑے مارے گئے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ خدا کی لعنت ہو اس پر! کس قدر بار بار (ایک ہی جرم میں پکڑا جاتا اور کوڑے کھاتا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لعنت نہ بھیجو، میں جہاں تک جانتا ہوں، اسے اللہ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت ہے۔ (حیاۃ الصحابہ عربی)

اسی طرح ایک صحابی نعیمان بن عمرو انصاریؓ تھے جو بدر اور احد کے غزوات میں شریک رہ چکے تھے، لیکن بشری کمزوریاں کہاں نہیں ہوتیں؟ یہ غریب بھی با ایں بلند مقام، بنت العنب (شراب) کے اسیر دام اور دختر رز کے گرفتار بلا تھے اور کئی بار عدالت نبوی سے سزا پا چکے تھے، چوتھی یا پانچویں بار جب یہ پیش کئے گئے اور ان کو سزا دی جا رہی تھی تو اس وقت بھی ایک صاحب نے اسی طرح کہا کہ اس پر خدا کی پھٹکار ہو، کس قدر بار بار شراب پیتا ہے اور کس قدر کثرت سے کوڑے کھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا:

"اسے پھٹکار نہ دو، یہ اللہ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے۔"

اسی طرح ایک اور سزا یافتہ کو لوگوں نے بُرا بھلا کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے بُرا نہ کہو، اس کے لئے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرو، اس کے مقابلے میں شیطان کے مددگار نہ بنو۔"

شیطان کے مددگار بننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے ہی اور ہر شخص کو خدا کی لعنت اور اس کے غیظ و غضب کا مستحق بنانا چاہتا ہے، تم اس پر لعنت بھیج کر شیطان کے مددگار اور اس کے شریک کار کیوں بنتے ہو؟ تمہیں تو اس سے ہمدردی اور خیر خواہی ہونی چاہئے۔

چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو کسی گناہ کا مرتکب ہوا تھا اور لوگ عام دستور کے مطابق اس پر لعن طعن کر رہے تھے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ اگر تم اس شخص کو کسی گڑھے میں گرا ہوا پاتے تو اسے نکالتے یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ضرور نکالتے۔ انہوں نے فرمایا: اب بھی یہ ایک گڑھے میں ہی گرا ہوا ہے، اس لئے اپنے بھائی کو بُرا نہ کہو اور اس رب العالمین کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں اس برائی میں مبتلا ہونے سے بچایا ہے۔ ان لوگوں نے کہا: آپ اس شخص سے نفرت نہیں کرتے؟ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں صرف اس کی بدعملی سے نفرت رکھتا ہوں، جب وہ اسے چھوڑ دے تو (بدستور) وہ میرا بھائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اپنے حواریوں سے پوچھا کہ بتاؤ اگر تمہارا بھائی سویا ہوا ہو اور ہوا سے اس کا کپڑا کھل جائے اور وہ ننگا ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے ڈھک دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! تم تو اسے اور کھول دیتے ہو، انہوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! ایسا کون کر سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ایسا اکثر کرتے رہتے ہو، تم اپنے بھائی کے متعلق ایک بات سنتے ہو اور اسے بڑھا چڑھا کر لوگوں میں کہتے پھرتے ہو (یہ اسے دنیا کے سامنے ننگا کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟)

کسی صاحب ایمان کو حقیر نہ سمجھو:

ایک مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی صاحب ایمان کی حقارت و بے وقعتی اپنے دل میں ہرگز نہ لائے، نہ اس کی دینی کمزوری کو دیکھ کر، نہ اس کی دنیوی بدحالی کو بھانپ کر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اپنی پاکیزگی تم خود نہ بیان کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون پارسا ہے۔"
(سورۃ النجم)

اتنا نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اور ایک جگہ اللہ کے قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

"فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہو تو کبھی تم میں سے کوئی ایک بھی ہرگز (معصیتوں سے) پاک نہ رہ سکے، بس اللہ ہی ہے جو جس کو چاہتا ہے پاک رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔" (النور:۲۱)

ان آیتوں کا شانِ نزول اور موقع بیان آپ دیکھیں تو اس ہدایت ربانی کی وسعت اور اس حکم کی شدت تاکید کا مزید اندازہ ہوگا۔ ام المومنین

حضرت صدیقہؓ پر جب تہمت لگی اور منافقین نے اس خود تراشیدہ افسانے کو پھیلانے میں دلچسپی لی تو بعض سادہ لوح مسلمان بھی افواہوں کی اس گرم بازاری کا شکار ہو گئے' جن میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عزیز اور آپؓ کے پروردہ حضرت مسطحؓ بھی شامل تھے' جن کے مصارف کا بار حضرت صدیق اکبرؓ ہی اٹھایا کرتے تھے۔ سیدالمرسلین کی چہیتی حرم محترم اور اپنی بچی کا معاملہ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج و ملال کا بھی شدید احساس تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ پر جتنا بھی اثر ہوتا کم تھا۔ جب قرآن مجید میں حضرت عائشہؓ کی برأت نازل ہو گئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی کہ اب ان لوگوں کے ساتھ کبھی ہمدردی اور احسان و سلوک نہ کریں گے' جنہوں نے اس معاملے کو بڑھایا' اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ جو اس قصے میں یا اس کے علاوہ کسی بھی برائی میں مبتلا ہونے سے بچتا ہے کچھ اپنے کمال سے نہیں' یہ ہمارا ہی کرم ہوتا ہے کہ اسے محفوظ رکھتے ہیں' اس لئے:

"اور قسم نہ کھائیں اہل فضل اور گنجائش والے لوگ قرابت داروں' محتاجوں اور مہاجرین کو راہ خدا میں دینے سے اور چاہئے کہ انہیں معاف کر دیں اور درگزر کر دیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے؟ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔"

(النور:۲۲)

غور کیجئے کہ کیسی سنگین غلطی ہے کہ ایک پاک دامن' عفیفہ' مومنہ پر جو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات اور اس رشتے سے سارے اہل ایمان کی ماں ہے' اس پر تہمت لگانے کا معاملہ ہے جس سے خود ان کو تکلیف ہے۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تحت غزدہ' اہل ایمان کی اکثریت فکرمند اور بے چین ہے۔ صدیق اکبرؓ اور ان کا سارا گھرانہ شرمندگی' رنج و غم اور سخت بے یقینی کی کیفیت میں ہے کہ نامعلوم انجام کیا ہوتا ہے اور چند لوگ ہیں جو اس افواہ کو پھیلا پھیلا کر لطف اٹھا رہے ہیں:

"وہ بھی کتنا سنگین وقت تھا' جب کہ تم اس بہتان محض کو اپنی زبانوں سے ایک دوسرے کی طرف نقل کر رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا ثبوت تمہارے پاس قطعاً نہ تھا' تم لوگ اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے جب کہ وہ اللہ کی نظر میں بڑی سخت بات ہے۔" (النور:۱۵)

اتنی سنگین بات پر حضرت صدیق اکبرؓ اور بعض دیگر حضرات نے ناراض ہو کر ایک فیصلہ کر لیا ہے تو ایسے لوگوں کی سفارش رب العالمین نے فرمائی کہ ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے سے ہاتھ نہ روکو اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں شمار کر لیں کہ وہ اہل قرابت ہیں' مسکین ہیں اور مہاجرین ہیں اور آخر میں یہ تک فرما دیا کہ تم انہیں معاف کر دو اور درگزر کر دو' کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف کر دے؟ چنانچہ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے نہ صرف اپنا فیصلہ واپس لے لیا' بلکہ حضرت مسطحؓ کی مدد پہلے سے دوگنی کر دی۔

ایک دوسری جگہ مسلمانوں کو ان کے رہن سہن کے طور طریق اور آداب معاشرت سمجھاتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

"اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو! نہ تمہارے مردوں کو مردوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اڑانا چاہئے کہ کیا خبر ہے جن پر ہنسا جا رہا ہے وہ ان ہنسنے والوں سے (اللہ کی نظر میں) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اڑانا چاہئے' کیا خبر ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے کو طعنے دیا کرو' نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کیا کرو' ایمان (لے آنے) کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے اور جو (ان ہدایات کے بعد بھی) ان (حرکتوں سے) باز نہ آئے گا تو وہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔"

(الحجرات:۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں تکبر اور اپنی بڑائی کا ایک ذرہ بھی ہوگا وہ جنت میں نہ جا سکے گا تو ایک شخص نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے' جمال و زیبائش ہی اسے پسند ہے (یہ تکبر نہیں ہے) تکبر نام ہے: "بطر الحق و غمط الناس" کا کہ آدمی حق و انصاف کی بات کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب خود پسندی اور تکبر میں دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے انہیں برا کہتا ہے' تو خود کو ہلاک کرتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ کے جو پوشیدہ راز ہیں وہ انہیں نہیں جانتا اور اپنی جہالت و نادانی میں خود کو دوسروں سے فائق و برتر سمجھتا ہے۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے' آپ نے کعبے کو مخاطب کر کے فرمایا: اے کعبۃ اللہ! کیسا پیارا ہے تو اور کیسی پاکیزہ ہے تیری خوشبو اور کس قدر باعظمت ہے تو اور کس قدر بلند ہے تیرا مرتبہ (لیکن) اس ذات بزرگ کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! مومن کا مرتبہ اللہ کی نظر میں تیرے مرتبے سے بھی زیادہ بلند ہے' اس کے مال کا بھی اور اس کے خون کا بھی اور یہ بھی اس کا حق ہے کہ اس کے متعلق ہم اچھا ہی گمان رکھیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ اور حجر اسود دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم! مومن کا حق تم دونوں کے حق سے بڑھ کر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ نے درخواست کی کہ حضور! کچھ نصیحت فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اہم نصیحتیں ارشاد فرمائیں' جن میں ایک یہ بھی تھی:

"تم اپنے بارے میں جو کچھ جانتے ہو وہ تمہیں دوسروں کی (عیب جوئی) سے باز رکھنے کے لئے کافی ہونا چاہئے' تم لوگ دوسروں کی ان باتوں پر ناراض ہوتے ہو' جن کا ارتکاب تم خود بھی کرتے ہو' تمہارے عیب دار ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ تم دوسرے لوگوں کے بارے میں وہ کچھ جانو جو اپنے بارے میں نہیں جانتے' حالانکہ وہ سب کچھ خود تمہارے اندر بھی موجود ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جسے اپنے عیوب سے باخبر ہونا دوسروں کے عیب دیکھنے سے روک دے۔"

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"

عہد فاروقی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس ان کی گورنری کے زمانے میں کچھ لوگ پہنچے جن میں کچھ عرب تھے اور کچھ عجمی نژاد وہ لوگ تھے جو پہلے غلام رہ چکے تھے لیکن سب ہی اہل ایمان تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عربوں کے ساتھ تو داد و دہش کا معاملہ کیا' دوسروں کے ساتھ نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا جس میں باز پرس کی تھی کہ آپ نے ان لوگوں کے درمیان برابری کا معاملہ کیوں نہ کیا؟ اور پھر بھی مذکورہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کی کہ آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب ورفقاء کے حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے قافلے کے میدان عرفات سے روانہ ہو رہے ہیں۔ حضرت اسامہؓ کے انتظار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا تاخیر فرمائی (عائدین) اہل یمن ساتھ تھے ان کو انتظار شاق گزر رہا تھا' اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پھیڑی ناک والا سیاہ فام غلام چلا آ رہا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ) اہل یمن نے کہا: اوہو! یہ ہے وہ جس کی وجہ سے ہم سب گھرے ہوئے تھے؟ حضرت عروہؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہی ایک جملہ تھا' جس کی پاداش میں اہل یمن کافر ہوئے تھے۔ اس قصے کے راوی مشہور سیرت نگار و محدث امام ابن سعدؒ نے اپنے شیخ یزید بن ہارونؒ سے جب یہ بات سنی تو پوچھا کہ حضرت عروہؓ کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں جب ارتداد کی لہر اٹھی تو اس وقت بعض دیگر نومسلم عرب قبائل کی طرح بہت سے اہل یمن بھی جو مرتد ہوئے تھے وہ اسی جملے اور حضرت اسامہؓ کی تحقیر واستخفاف کی سزا تھی۔

علامہ عبدالرؤف المناویؒ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی کو بھی حقیر نہ سمجھو' جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی تخلیق کے وقت حقیر نہیں سمجھا اور اپنی عنایت وتوجہ اس پر مبذول فرمائی اور اس کو عدم سے وجود بخشا تو تم کون ہوتے ہو کہ اس کو حقیر گردانو! اس کی تحقیر اس کے پیدا کرنے والے کی تحقیر ہے کہ اللہ میاں بھی کیا بنانے بیٹھے تھے؟ (نعوذ باللہ) اور یہ اکبرالکبائر ہے۔

زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ
رند از رہ نیاز بدارالسلام رفت

ترجمہ: "زاہد نے اپنے غرور وپندار کے باعث اپنی راہ کھوٹی کر لی اور رند بادہ اپنے احساس ندامت اور عاجزی کے طفیل جنت کا حق دار ہو گیا۔"

اللہ کے بندوں کی عجیب وغریب کیفیات

ہوتی ہیں' بہت سے لوگ ظاہری وضع و ہیئت سے بالکل بے حیثیت اور معمولی ہوتے ہیں مگر اللہ کی نظر میں وہ بہت بلند مقام ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے' پھٹے پرانے کپڑوں والے' عام لوگوں کی نگاہ میں بے حیثیت ہوتے ہیں مگر اللہ کے یہاں کا یہ مقام ہوتا ہے کہ "لو اقسم علی اللہ لابرہ" (اگر کسی بات پر اللہ کو قسم دے دیں تو اللہ ضرور ان کی بات پوری فرمائے)۔

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست

حاکم اور ابو نعیم کی روایتوں میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منھم البراء بن مالک" (ایسے ہی لوگوں میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں)۔

ایک بار تستر کے محاذ پر جنگ جاری تھی اور فتح میں بہت دیر لگ رہی تھی' مجاہدین میں حضرت براء بن مالک بھی شامل تھے' لوگوں نے اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنے رب کو قسم دے کر فتح کی دعا کیجئے۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی: "پروردگار! ہمیں ان کے مقابلے میں فتح دے اور مجھے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے۔" چنانچہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور اسی جنگ میں حضرت براء بن مالکؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ بصرہ میں ایک بار آگ لگی اور بہت سی جھونپڑیاں جل گئی تھیں مگر ایک جھونپڑی بالکل صحیح سلامت رہی' جب کہ اس کے دائیں بائیں کی سب جھونپڑیاں جل گئیں تھیں۔ لوگوں نے اس کے مالک سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو قسم دے دی تھی کہ میری جھونپڑی نہ جلے:

خاک ہوں پر توتیا ہوں چشم مہر و ماہ کا
آنکھ والا رتبہ سمجھے مجھ غبار راہ کا
(راز عظیم آبادی)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"جس نے یقین کے ساتھ اپنے بارے میں یہ رائے قائم کر لی کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک سے بھی بہتر ہے تو اس نے اپنی حماقت سے اپنے تمام اعمال ضائع کر دیئے۔"

مزید ایک جگہ وہ فرماتے ہیں:

"اصولی بات یہ ہے کہ کسی زندہ اور مردہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھو ورنہ تم خود کو ہلاک و برباد کر لو گے۔ تمہیں کیا خبر کہ وہ تم سے بہتر ہو' وہ خواہ فاسق و بدعمل ہی کیوں نہ ہو (اصل اعتبار تو آخر وقت کا ہے) کیا خبر ہے (خدانخواستہ) تمہارا خاتمہ اسی جیسے عمل پر ہو اور اس (بدعمل شخص) کا خاتمہ نیکی اور اچھی حالت پر ہو جائے۔"

معصیت سے نفرت کرنا اور ان کی بدعملی کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھنا نفس کا بڑا دھوکا اور شیطان کی خطرناک چال ہے' یہ دراصل اپنی نیکی کا گھمنڈ ہے جو دوسرے کی برائی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بدعمل لوگوں سے نفرت اور دشمنی کا اظہار نہ کرو' اس سے بات بڑھے گی اور وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے (ان کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے) تمہارا دین اور (ان کی تمہارے اوپر زیادتیوں کے نتیجے میں) تمہارا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے اور (تم سے دشمنی کر کے) ان کا دین برباد ہو جائے گا' اس کے بجائے یہ کرو کہ جب تم کسی شخص میں کوئی برائی دیکھو تو اس کی بدعملی سے تو نفرت کرو' لیکن خود ان لوگوں پر رحمت و شفقت اور ہمدردی کی نظر ڈالو کہ یہ غریب اپنی کوتاہیوں کے سبب اللہ کے غیظ و غضب کا نشانہ بن رہے ہیں اور جہنم کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

بلکہ بعض سلف کا کہنا تو یہ ہے کہ دوسروں کو گناہوں میں مبتلا دیکھو تو خود کو بھی اس جرم سے بری نہ سمجھو اور خود اپنا یہ محاسبہ کرو کہ اس کے اندر خیر پیدا کرنے اور اس کی برائی چھڑانے کے لئے میں نے کیا کوشش کی ہے؟ اور اس بدعمل آدمی پر وہ نظر ڈالو جو ایک شفیق ماں اپنے ایک سالہ معصوم بچے پر ڈالتی ہے' جس نے اپنی ہی غلاظت میں اپنے تمام ہاتھ پاؤں بھر لئے ہوں کہ اس گندگی سے تمام تر نفرت کے باوجود اس بچے سے ذرا برابر بھی نفرت نہیں ہوتی' یا اس بیش قیمت ہیرے کی طرح سمجھو جو نالی میں گر گیا ہو' مومن بھی اپنے متعلقین کی غلاظت میں لتھڑا ہوا ایک ایسا ہی پیارا بچہ اور گندگی میں پڑا ہوا ایک قیمتی ہیرا ہے' یہ ہمارے غیظ و غضب اور نفرت کا نہیں بلکہ ہمدردی و محبت کا حق دار ہے:

"پہلے تم سب بھی ایسے ہی تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر احسان فرمایا۔" (سورۃ نساء:۹۴)

ضروری اعلان

ہفت روزہ "ختم نبوت" میں اپنے مضامین' خبریں' اشتہارات شائع کرانے کے لئے دفتر ختم نبوت کراچی سے رابطہ کریں۔ (ادارہ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور طائفہ دیوبند

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

سرزمین سرہند میں مولانا عبدالاحد کے گھر ۱۵۶۳ء میں ایک نومولود نے قدم رکھا۔ والدین نے اس کا نام احمد رکھا' مگر زمین پر وہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے' ان کا لقب بدرالدین تھا' کنیت ابوالبرکات تھی۔ آپ کی رگوں میں مراد رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون دوڑ رہا تھا۔ اس کی برکت سے پوری دنیا میں آپ نے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ وقت کے ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے اسلام کے پرچم کو بلند رکھا۔

بیٹے کا نور:

حضرت امام ربانی کے والد فرماتے ہیں کہ:

ایک رات میں محو استراحت تھا کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ تمام جہاں اندھیروں کی لپیٹ میں ہے' وحشی جانور انسانوں کو ہلاک کر رہے ہیں' یکایک میرے سینے سے ایک نور نکلتا ہے' جس سے ایک تخت ظاہر ہوتا ہے جس پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے تمام ملحدین زمانہ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جاتا ہے۔

آسمان سے آواز:

اسی خواب میں غیب سے یہ اعلان سنائی دیتا ہے: "جاء الحق وزهق الباطل' ان الباطل كان زهوقا" حضرت مولانا عبدالاحدؒ فرماتے ہیں کہ بیدار ہونے کے بعد میں عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ چنانچہ تسلی تشفی کے لئے اس وقت کے مرشد کامل شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا شمار سلسلۂ قادریہ کے نامور صوفیاء میں ہوتا ہے) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں خواب عرض کیا تو آپ نے یوں تعبیر فرمائی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کفر والحاد کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کی کرن بکھیر کر گم راہ انسانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔

تخت اکبری الٹ گیا:

دوسری طرف اکبر بادشاہ نے بھی ایک عجیب خواب دیکھا کہ شمال کی طرف سے ایک تند و تیز ہوا آئی اور اس نے بادشاہ سمیت تخت اکبری کو الٹ دیا گویا شہنشاہ کو بھی خود ساختہ دین الٰہی کا سورج ڈوبتا ہوا نظر آیا۔

امام ربانی اور سنت کا اہتمام:

حضرت شیخ احمد کی زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تفسیر تھی۔ حیاء کا پیکر تھے' بچپن میں بھی کبھی ننگے سر نہ ہوئے تھے' لہو ولعب سے ہمیشہ احتراز فرماتے تھے' چہرہ اقدس پر ہمیشہ مسکراہٹ رقصاں رہتی تھی' آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد شیخ عبدالاحد اور حضرت مولانا یعقوب کشمیری' قاضی بہلول بدخشانی اور مولانا کمال کشمیری شامل ہیں۔ آپ نے بہت جلد قرآن پاک حفظ کر لیا تھا' آپ کے استاد شیخ یعقوب کشمیری نے حضرت شیخ حسن خوارزمی سے پڑھا۔ انہوں نے امام المحدثین امام ابن حجر مکیؒ سے پڑھا' اس طرح آپ دو واسطوں سے حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام ربانی نے جب دیکھا کہ اسلام کو دین الٰہی کے نام سے گھڑے گئے ایک خود ساختہ دین کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' تو یہ مرد ربانی میدان میں کود پڑے' پھر حق ادا کر دیا' زبان حال سے یہ کہا ہوگا:

گوارا کر نہیں سکتی میری شان مسلمانی
کہ ہو غیر خدا کا آستاں اور اپنی پیشانی
خدا والوں کی تکلیفیں بالآخر رنگ لاتی ہیں
ملا یوسف کو زنداں سے نکل کر تخت سلیمانی

حضرت امام ربانیؒ کا کردار آج بھی اسی طرح زندہ ہے جس طرح اس دور میں تھا۔ امام ربانیؒ کی محنت رنگ لائی۔ انہی کے جانشین شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے برصغیر میں حق وصداقت کے پرچم کو بلند کیا۔ ان کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی' حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ میدان جہاد میں کود پڑے۔

طائفہ دیوبند:

انہی حضرات کی صدائے حق روس میں امام شامل کی صورت میں بلند ہوئی' پھر شاملی کا میدان گرم ہو گیا' جہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ' حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ علمائے حق کے ساتھ اس میدان میں ایسے کودے کہ انگریز کے پاؤں اور سر توڑ دیئے' اس جدوجہد میں ان میں سے بعض کو اپنی جانوں کے نذرانے اور اکثریت کو

باقی صفحہ 8 پر

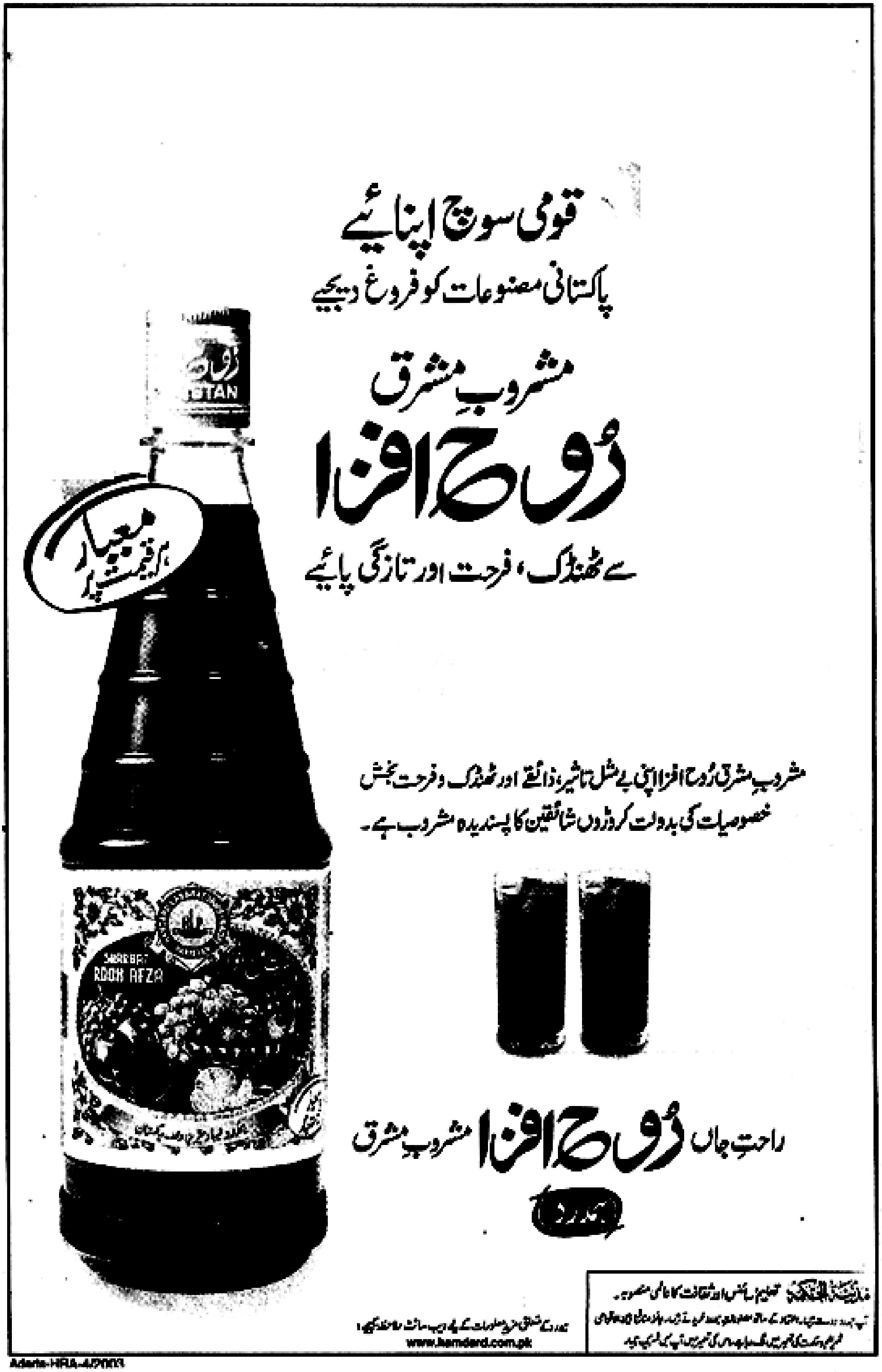
قومی سوچ اپنائیے
پاکستانی مصنوعات کو فروغ دیجیے
مشروبِ مشرق
رُوح افزا
سے ٹھنڈک، فرحت اور تازگی پائیے
معیار ہر قیمت پر
SHARBAT ROOH AFZA
مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنی بے مثل تاثیر، ذائقے اور ٹھنڈک و فرحت بخش خصوصیات کی بدولت کروڑوں شائقین کا پسندیدہ مشروب ہے۔
راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
www.hamdard.com.pk

مرزا قادیانی کے مختلف دعوے

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو مسلمان بھی ہو
تم بھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

دنیا میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں' لیکن مرزائی فرقہ ایک عجیب چیستان ہے کہ اس کے دعوے اور عقیدے کا پتہ آج تک خود مرزائیوں کو بھی نہیں لگا' جس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ اس فرقے کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنے وجود کو دنیا کے سامنے ایک لاینحل معمے کی شکل میں پیش کیا اور ایسے متناقض اور متضاد دعوے کئے کہ خود ان کی امت بھی مصیبت میں ہے کہ ہم اپنے گرو کو کیا کہیں؟ کوئی تو ان کو مستقل صاحب شریعت نبی کہتا ہے' کوئی غیر تشریعی نبی مانتا ہے' اور کسی نے ان کی خاطر ایک نئی قسم کا نبی لغوی تراشا ہے اور ان کو مسیح موعود' مہدی اور لغوی یا مجازی نبی کہتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے مرزا قادیانی کا وجود ایک ایسی چیستان ہے جس کا حل نہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں جو کچھ اپنے متعلق لکھا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ متعین کرنا بھی دشوار ہے کہ مرزا قادیانی انسان ہیں یا اینٹ پتھر؟ مرد ہیں یا عورت؟ مسلمان ہیں یا ہندو؟ مہدی ہیں یا حارث؟ ولی ہیں یا نبی؟ فرشتے ہیں یا دیو؟ جیسا کہ دعاوی مندرجہ (ذیل) سے معلوم ہوتا ہے۔

مرزائیوں کے تمام فرقوں کو کھلا چیلنج؟

دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مرزائی امت کے تینوں فرقے مل کر قیامت تک یہ بھی متعین نہیں کرسکتے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کون ہے اور کیا ہے؟ دنیا سے اپنے آپ کو کیا کہلوانا چاہتا ہے؟ لیکن جب ہم ان کی تصانیف کو غور سے پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاوی میں اختلاط واختلاف بھی ان کی ایک گہری چال ہے۔ وہ اصل میں خدائی کا دعویٰ کرنا چاہتا تھا لیکن سمجھا کہ قوم اس کو تسلیم نہ کرے گی اس لئے تدریج سے کام لیا' پہلے خادم اسلام مبلغ بنے پھر مجدد ہوئے پھر مہدی ہوگئے اور جب دیکھا کہ قوم میں ایسے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ان کے ہر دعوے کو مان لیں تو پھر کھلے بندوں' نبی' رسول' خاتم الانبیاء وغیرہ بھی کچھ ہوگئے اور ہونہار مرد نے اپنے آخری دعوے خدائی کی بھی تمہید ڈال دی تھی' جس کی تصدیق (قادیانی کتب میں) عبارات سے بخوبی ہوتی ہے۔ لیکن قسمت سے عمر نے وفا نہ کی' ورنہ مرزائی دنیا کا خدا بھی نئی روشنی اور نئے فیشن کا بن گیا ہوتا' خود مرزا قادیانی کی عبارات ذیل میں اس تدریجی ترقی اور اس کے سبب پر ہمارے دعوے کی گواہ ہیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت' ایک وحی الٰہی' ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۳ خزائن ج ۲۱ ص ۶۸)

پھر کہتے ہیں کہ علاوہ اس کے اور مشکلات یہ معلوم ہوتی ہیں کہ بعض امور اس دعوت میں ایسے تھے کہ ہرگز امید نہ تھی کہ قوم ان کو قبول کرسکے اور قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کرسکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے۔

نیز حقیقت الوحی کی عبارت ذیل بھی خود اس تدریجی ترقی کی شاہد ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مرزا قادیانی ختم نبوت کے قائل تھے اور کسی نبی کا پیدا ہونا جائز نہ رکھتے تھے اور اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے' بعد میں ارزانی فلانے نبی بنادیا لکھتے ہیں:

"اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی تھے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کے متعلق ظاہر ہوتا تھا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا' مگر بعد میں جو خدائے تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" (حقیقت الوحی ص ۱۴۹/۱۵۰' روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳'۱۵۴)

اس کے بعد ہم مرزا قادیانی کے دعاوی خود ان کی تصانیف سے مع حوالہ صفحات نقل کرتے ہیں' جو

دعوے کہ متعدد کتابوں اور مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ بغرض اختصار عبارات تو ان میں سے ایک ہی نقل کر دی گئی ہے۔ باقی کے حوالہ صفحات درج کئے گئے ہیں۔

۱: مبلغ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ:

"یہ عاجز مولف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی اور غربت اور تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔" (مجموعہ اشتہارات ج اول ص:۲۳)

۲: مجدد ہونے کا دعویٰ:

اب بتلائیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۵ خزائن ج ۳ ص ۱۷۹ ملخص)

۳: محدث ہونے کا دعویٰ:

"اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہے۔" (توضیح المرام ص ۱۸ خزائن ج ۳ ص ۶۰ ازالہ اوہام ص ۵۸۷ خزائن ج ۳ ص ۳۱۶)

۴: امام زماں ہونے کا دعویٰ:

"میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا۔" (ضرورۃ الامام ص ۲۰ خزائن ج ۱۳ ص ۴۹۷)

۵: خلیفہ الٰہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ:

"میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۷۶ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۷۹)

۶: مہدی ہونے کا دعویٰ:

اشتہار معیار الاخیار و ریویو آف ریلیجنز نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ میں نیز یہ دعویٰ مرزا قادیانی کی اکثر تصانیف میں بکثرت موجود ہے اس لئے نقل عبارت کی حاجت نہیں۔

۷: حارث مددگار مہدی ہونے کا دعویٰ:

"واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حارث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا۔ جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۹۷ روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۴۱)

۸: نبی امتی اور بروزی وظلی یا غیر تشریعی ہونے کا دعویٰ:

"اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس سے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱ روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۵)

۹: نبوت و رسالت و وحی کا دعویٰ:

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء ص ۱۱ خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

"حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔" (براہین احمدیہ ص ۴۸۹)

نیز یہی مضمون اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ اور نزول المسیح صفحہ ۹۹ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۷ میں بکثرت موجود ہے۔

۱۰: اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ:

"میں خدا کی تیئس برس کی متواتر وحی کو کیسے رد کر سکتا ہوں میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ ایضاً صفحہ ۲۱۱ خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴ ص ۲۲۰ انجام آتھم ص ۶۲ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۱۱: سارے عالم کے لئے مدار نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی امت کے سوا امت محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر جہنمی ہیں:

"کفر دو قسم پر ہے: ایک کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹ خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

"اور اس بات کو تقریباً نو برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی دی گئی۔" (اربعین نمبر ۳ حاشیہ خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۱ حاشیہ)

یہی دعویٰ سیرت الابدال انجام آتھم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور (مرزا قادیانی) کہتے ہیں کہ: "اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا۔" (اربعین نمبر ۴ ص ۶ خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵)

☆☆.........☆☆

اخبار عالم پر ایک نظر

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورۂ اندرون سندھ

میر پور خاص (رپورٹ: ابوارسلان) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے سانگھڑ، ضلع میر پور خاص، ضلع بدین، حیدر آباد اور نواب شاہ کا آٹھ روزہ دورہ کیا۔ مولانا کا سب سے پہلا پروگرام ۲/اپریل بروز جمعۃ المبارک کو ٹنڈو آدم میں ہوا، جہاں آپ نے ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا، ۳/اپریل کو ٹنڈو والیہ یار میں بیان ہوا اور اسی روز رات کو بعد نماز عشاء مدنی مسجد رنگ روڈ، میر پور خاص میں بیان ہوا، جہاں ان کے علاوہ مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد ابراہیم، حافظ احتشام الحق بھی تھے۔ ۴/اپریل کو ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک مدرسہ احسن المدارس للبنات میں ان کا بیان ہوا اور رات بعد نماز عشاء مسجد خضری میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی جس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد شہزاد، مولانا غلام مصطفیٰ اور قاری عبدالستار کا بیان ہوا۔ ۵/اپریل کا پروگرام ٹنڈو غلام علی میں ہوا، جہاں مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلباً کو آپ نے مسئلہ ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام، امام مہدی علیہ الرضوان کے مسئلہ کے ساتھ کذبات مرزا قادیانی سے آگاہ کیا۔ رات کو بعد نماز عشاء آپ نے مسجد قاضی مبارک میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا، جس میں ان کے علاوہ مولانا محمد علی صدیقی، حافظ محمد زبیر، احمد یمین امیر جے یو آئی ضلع بدین بھی موجود تھے۔ ۶/اپریل کا پروگرام مدرسہ قاسمیہ ماتلی میں ہوا، جہاں بعد نماز ظہر طلباً کو آپ نے درس دیا اور قادیانیوں کے باطل عقائد کے بارے میں آگاہ کیا، بعد نماز عصر کشمیری محلہ میں کالج اور اسکول کے طلباً کو جماعتی کام کرنے کے حوالے سے ایک تربیتی نشست سے خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء مسجد شمشیر میں ایک جلسہ سے خطاب کیا، جس سے مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد رمضان آزاد، مولانا محمد حسین الحسینی، مولانا محمد ابراہیم صدیقی، محمد اعجاز سنگھانوی نے خطاب کیا۔ ۷/اپریل کو مولانا شجاع آبادی نے مولانا محمد رمضان آزاد کے مدرسۃ البنات میں طالبات اور خواتین سے مسئلہ ختم نبوت پر خطاب کیا، بعد میں مولانا حیدر آباد کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ ۷ تا ۹/اپریل کو حیدر آباد کے مدارس مفتاح العلوم، مظاہر العلوم اور ریاض العلوم میں طلباً سے خطاب کیا اور قاسم آباد کوٹری میں جلسوں سے خطاب کیا۔ ۱۰/اپریل کو صبح شہداد پور کے مدرسہ حسینیہ کے طلباً میں مسئلہ ختم نبوت پر بیان کیا، رات بعد نماز عشاء جامع مسجد کبیر نواب شاہ میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا، جس میں ان کے علاوہ مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد نذر عثمانی، مولانا راشد مدنی، مولانا مفتی حفیظ الرحمن بھی شامل تھے۔ نواب شاہ ختم نبوت کانفرنس کا انتظام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کے رہنما مولانا محمد راشد مدنی، مولانا قاری امجد مدنی نے کیا تھا۔

قادیانیت کا خاتمہ قریب ہے اور بہت جلد یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی محنت سے ختم ہو جائے گی: مولانا محمد علی صدیقی

گولارچی (نمائندہ خصوصی) قادیانیت کا خاتمہ قریب ہے اور بہت جلد یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی محنت سے ختم ہو جائے گی۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گولارچی کے امیر حکیم مولوی محمد عاشق نقشبندی، مبلغ ختم نبوت مولانا محمد علی صدیقی، مولانا شان اسلام نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام سے اندرون سندھ میں قادیانیوں کے کام کو بریک لگ چکی ہے اور اب تک بے شمار قادیانی قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک مربوط طریقہ سے کام سرانجام دے رہی ہے اور اس سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چالیس مبلغین حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کی قیادت میں مصروف عمل ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب علیہ صلی اللہ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ
ختمِ نبوّة

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرت رسول آخرینؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے